ابنِ صفی

جلد نمبر
28

جاسوسی دنیا

85- دھواں اٹھ رہا تھا

86- فرہاد ۵۹

87- زہریلا آدمی

جاسوسی دنیا نمبر 86

فرہاد ۵۹

(مکمل ناول)

پیشرس

لیجئے آج آپ کی یہ خواہش بھی پوری کی جارہی ہے کہ جاسوسی دنیا میں صرف کیپٹن حمید کا کوئی کارنامہ پیش کیا جائے اور فریدی اس حد تک ''غائب'' ہو کہ حمید اس سے کسی قسم کا مشورہ بھی نہ لے سکے۔

حمید آخر فریدی ہی کا شاگرد ٹھہرا.... پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری پر کوئی کیس نہ نپٹا سکے۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ ذہین بھی ہے اور پھرتیلا بھی، یہ اور بات ہے کہ فریدی کے ساتھ رہ کر اپنی کھوپڑی سرے سے استعمال نہ کرتا ہو..... یہی چاہتا ہو کہ اس کے سامنے بچہ ہی بنا رہے اس حد تک کہ انگلی پکڑ کر چلنے کی نوبت آ جائے۔

اس کہانی میں آپ محسوس کریں گے کہ اُس نے ہر معاملے میں فریدی کی پوری پوری نقل اتارنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ایک سچویشن ایسی بھی آپ کی نظر سے گذرے گی جہاں فریدی کی نقل مہنگی پڑی تھی۔ پھر اگر قاسم کو ڈھال بنا کر ''حمیدیت'' ہی پر نہ اُتر آتا تو شاید وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہوتا۔

قاسم نے اس بار بڑے قہقہے بکھیرے ہیں..... اس کی ''جاسوسی'' بھی خاصی رہی۔ لیکن اُسے اسسٹنٹ بنا کر حمید کو کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس نے اسے اسسٹنٹ کیوں بنایا تھا؟ وہ غیر دلچسپ نہیں۔

ہاں بھئی ایک بات اور یاد آئی..... اکثر پڑھنے والوں نے قاسم کی زبان پر اعتراض کیا ہے..... ان کا کہنا ہے کہ کہیں تو ایسا

معلوم ہوتا ہے جیسے اس کے ''ش'' ''ق'' درست ہی نہ ہوں اور کہیں بہت صاف زبان نظر آتی ہے، لکھتے وقت کہیں آپ ہی کی ذہنی رو تو نہیں بہک جاتی۔

نہیں بھئی ایسا نہیں ہوتا۔ اس کے شین قاف قطعی درست ہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ ذہن ہی کی طرح اس کی زبان بھی قابو میں نہیں رہتی۔

اب ایک اشد ضروری بات بھی سنئے۔ کراچی کے کسی ناکام ادارہ نے بک اسٹال ایجنٹوں کو خطوط لکھے ہیں کہ میں اس کے لئے کتابیں لکھ رہا ہوں۔ اس سلسلے میں بعض ایجنٹوں نے بھی مجھ سے استفسار کیا ہے..... نوٹ کیجئے کہ وہ کوئی فراڈ ہے۔ چونکہ یہ سردیوں کا زمانہ ہے اور اس زمانے میں تفریحی کتابوں کی مانگ بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے ہمیشہ کی طرح تین چار ماہ تک اس بار بھی آپ کو بھانت بھانت کے ''صفیوں'' کا سامنا کرنا پڑے گا..... کبھی کوئی میرے نام میں ایک آدھ نقطے کا اضافہ کر کے دھوکا دینے کی کوشش کرے گا اور کبھی ''اِبن'' کو مشدد کر کے پڑھنے والے کی آنکھوں میں دھول جھونکے گا۔ لہٰذا آپ خود ہی ہوشیار رہئے۔

یہ چند سطور اُن ایجنٹوں کے استفسار پر لکھی گئی ہیں جن کے پاس ادارہ کے خطوط پہنچے ہیں..... ورنہ مجھے اس کی زیادہ پرواہ نہیں ہوتی کہ میرے خلاف کون کیا کر رہا ہے۔

ابنِ صفی

۴ دسمبر ۱۹۵۹

عوامی زچہ خانہ

پھر قاسم تماشہ بن گیا۔ حمید نے چاہا تھا کہ دوپہر کا کھانا کمرے ہی میں کھائے لیکن قاسم اَڑ گیا کہ ڈائننگ ہال ہی بہتر رہے گا۔ وجہ نہیں بتائی تھی۔ یہ کیسے کہتا کہ یہاں آس پاس کئی شوخ اور چمکیلے رنگ لہریں لے رہے ہیں۔ حمید اسی وعدے پر اُسے اپنے ساتھ رام گڈھ لایا تھا کہ وہ رنگین لہروں کے چکر میں پڑ کر حماقتیں نہیں کرے گا۔ قاسم نے خوب منہ پیٹا تھا اور عہد کیا تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔ اس نے کہا تھا۔

''اُے حمید بھائی..... میں کھُد بھی چاہتا ہوں کہ بالکل شریف ہو جاؤں مگر نہ جانے قیوں۔''

بات آگے نہیں بڑھی تھی اور حمید اُسے ساتھ لانے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ فریدی بھی ان دنوں شہر میں موجود نہیں تھا اس لئے حمید کو ایک ماہ کی رخصت حاصل کر لینے میں دشواری نہیں پیش آئی تھی۔ خیال تھا کہ کچھ دن سکون کے ساتھ رام گڈھ میں گذارے جائیں گے۔

پھر شامت ہی تو تھی کہ اس بلا کو ساتھ لایا تھا۔ مگر وہ کیا کرتا۔ یہ بلا ایسی نہیں تھی کہ انکار سے ٹل جاتی۔ حمید اسے پکڑ کر کسی صندوق میں تو بند نہیں کر سکتا تھا۔ اپنے ساتھ نہ لاتا..... لیکن کیا

اس سے گلو خلاصی ہو جاتی۔ پہلے بھی اکثر قاسم اس کا تعاقب کر چکا تھا۔ اس بار پھر کرتا اور ٹھیک اسی ہوٹل میں پہنچ کر دم لیتا جہاں حمید نے قیام کیا تھا۔

غلطی دراصل اسی کی تھی۔ قاسم سے تذکرہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ چھٹیاں گذارنے رام گڈھ جا رہا ہے۔

بہر حال ہوئی تھی غلطی تو خمیازہ بھی اُسے ہی بھگتنا پڑا۔ ادھر قاسم نے بکرے کی مسلم ران ادھیڑنی شروع کی اور اُدھر لوگوں کی نظریں اٹھنے لگیں۔ پرانی کہانیوں کا دیوزاد بکرے کی بھنی ہوئی ران سے شغل کر رہا تھا۔ وہ بھی اس انداز سے جیسے کسی ویرانے میں بیٹھا ہو۔ آس پاس کے ماحول سے بے خبر۔ حالانکہ یہاں بیٹھ کر کھانا کھانے کا محرک بھی ماحول ہی ہوا تھا۔ لیکن کھانا آ جانے پر کہاں کا ماحول اور کہاں کی رنگین لہریں۔ جس طرح مار کے آگے بھوت بھاگتا ہے اسی طرح قاسم پیٹ کے پیچھے بھاگنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ کھاتے وقت اگر اندر کے اکھاڑے کی پری بھی سامنے آ کھڑی ہو تو کیا مجال کہ میاں قاسم آنکھ اٹھا کر دیکھ ہی لیں۔ ساری توجہ کھانے ہی کی طرف ہوتی تھی۔

لوگ اُسے گھورتے رہے اور وہ گرد و پیش سے بے خبر معدے کا وزن بڑھاتا رہا۔ کچھ دیر بعد ران کی ہڈیاں ایک خالی پلیٹ میں رکھتا ہوا بولا۔ ''سالے تین بوٹیوں والی بریانی لائے ہیں۔ اُمے بڑا غصہ آتا ہے ایسی بریانی دیکھ کر..... پتہ نہیں گوشت مین چاول ڈالتے ہیں یا چاول میں گوشت.....!''

گوشت میں چاول یا چاول میں گوشت کا مسئلہ وضاحت طلب تھا۔ لیکن حمید نے سنی ان سنی کر دی اور قاسم نے مرغ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

بمشکل کھانا ختم ہوا اور قاسم نے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے چاروں طرف نظر دوڑائی اور ایک بار پھر اس کا ذہن رنگوں کے سیلاب میں ہچکولے لینے لگا۔

کچھ عورتیں اس کی طرف دیکھ دیکھ کر آپس میں سرگوشیاں کر رہی تھیں اور حمید سوچ رہا تھا کہ اب وہ اور زیادہ ڈیوٹ ہو جائے گا۔

''یار میں پاغل ہو جاؤں گا۔'' قاسم کچھ دیر بعد کراہا۔

پھر اُس کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار نظر آئے اور وہ حمید کو گھورنے لگا۔ غالبًا اس جھلاہٹ کا باعث حمید کی خاموشی ہی تھی۔

''اَمے..... قیا منہ میں مینگنیاں بھر کر بیٹھے ہو۔'' اس نے غصیلی آواز میں کہا۔

حمید کو ہنسی آ گئی۔ ''توڑ دی نا محاورے کی ٹانگ۔''

''منہ میں گھونگدیاں بھرنا محاورہ ہے۔'' اس نے کہا۔

''محاورے کی ایسی کی تیسی۔ تم نے مجھ سے یہ قیوں کہا تھا کہ میں یلا یلیوں کے چکر میں نہ رہوں غا..... قیوں نہ رہوں۔ قون سالا روقے غا مجھے اور بیٹا تم کب سے پارسا ہو گئے ہو۔''

''زیادہ ہنسنے سے آدمی نڈھال ہو جاتا ہے۔''

قاسم چند لمحے خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر جھک کر آہستہ سے رازدارانہ لہجے میں بولا۔ ''تو رویا کرو نا ان کے سامنے..... میں نے قسی ناول میں پڑھا تھا کہ ہیرو کو ہیروئن قے آنسو بڑے اچھے لگتے ہیں..... اَبے تو ہیروئن کو بھی ہیرو کے آنسو اچھے ہی لگتے ہوں گے۔ اب اسی طرح کریں۔''

''کبھی اپنی گھریلو ہیروئن کے سامنے آزماؤ۔''

قاسم نے ایسا برا منہ بنایا جیسے کونین پاوڈر کا کیپسول زبان پر رکھتے ہی پھٹ گیا ہو۔ لیکن پھر یک بیک چونک کر حمید کو گھورنے لگا۔

''قیوں! تم نے اس کا نام قیوں لیا۔''

''کیا اس کا نام ہیروئن ہے۔''

''تمہیں خیال قیسے آیا اس کا۔''

حمید نے سوچا بات بڑھ جائے گی۔ حقیقت تو یہ تھی کہ وہ اچھے موڈ میں تھا ہی نہیں۔ تنہائی چاہتا تھا۔ جسمانی طور پر نہ سہی ذہنی طور پر سہی۔ لیکن ایسی صورت میں جب کہ کوئی دماغ چاٹنے اور بولنے پر مجبور کرنے والا بھی موجود ہو، ذہنی تنہائی کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔

''تم کسے سمجھے ہو۔'' حمید نے ٹالنے کے لئے بناوٹی حیرت کے ساتھ کہا۔

''تم کس کی بات کررہے تھے۔''

''وہ تصویر جو تمہاری خواب گاہ میں ہے.....!''

''اَمے جاؤ..... اُلو نہ بناؤ..... چلے ہیں سالے..... بات بنانے..... میں کھوب سمجھتا ہوں.....اسی نے سمجھا دیا ہوگا کہ اسے تفریح نہ قرنے دینا۔اماں جان ہیں نا تمہاری۔''

حمید خواہ مخواہ مسکرا دیا.....اور قاسم میز پر ہاتھ مار کر بولا۔''ہے نا یہی بات! میں سب سمجھتا ہوں۔مگر دیکھنا ہے کہ وہ بی گلہری خانم میرا قیا بگاڑ لیتی ہیں۔اَمے تمہیں مجھ پر رحم نہیں آتا۔بس اسی کی ترپھداری کئے جاؤ گے۔''

وہ خاموش ہوکر آنکھیں نکالے ہوئے اُسے گھورتا رہا۔

''میں کسی کی بھی طرفداری نہیں کرتا۔بس تمہیں ایک ڈھنگ کی بات سمجھانے کی کوشش کی تھی۔دیکھونا.....اکثر کیسی مصیبتوں میں پھنس جاتے ہو۔ایسے بھاری بھرکم آدمیوں کے لئے لڑکیوں کا چکر ہی فضول ہے۔جو کسی موقعہ پر جان بچا کر بھاگ بھی نہ سکیں۔''

قاسم کی پھیلی ہوئی آنکھیں آہستہ آہستہ ڈھیلی پڑتی گئیں۔شاید وہ اس نکتے پر غور کرنے لگا تھا۔

آخر کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔''پھر میں قیا کروں.....جی گھبرایا کرتا ہے۔نہ گھر میں چین نہ باہر چین.....گھر میں بھی بھاری بھرقم اور باہر بھی..... یا اللہ اب اٹھا ہی لے اس سالے بھاری بھرقم کو۔کصہ پاق ہوجائے۔''

حمید نے اس کی آنکھوں میں آنسو تیرتے دیکھے۔

''دل بہلانے کے بہتیرے طریقے ہیں.....!'' اس نے کہا۔

''میری سمجھ میں قچھ نہیں آتا۔''

پھر حمید ہی کچھ سوچنے لگا۔ابھی پوری طرح سوچ نہیں چکا تھا کہ قاسم بول پڑا۔

''اَمے تو پھر مجھے جاسوسی ہی سکھاؤ۔شاید جی بہل جائے۔اس میں بھی تو بڑا مجا آتا ہوگا۔''

''ہاں اسی وقت جب تم کسی مشتبہ عورت کا تعاقب کر رہے ہو۔''

''اب دیکھو.....اب دیکھو.....سالے تم ہی عورت نکال رہے ہو۔''

حمید چاہتا تھا کہ کسی طرح فی الحال اس سے پیچھا چھوٹ جائے۔ اس لئے اس نے اسے جاسوسی سکھانے کا تہیہ کر لیا۔

''اچھا.....!'' اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔''پہلا طریقہ یہ ہے کہ تم تعاقب کرنا سیکھو۔''

''عورت کا۔''

''نہیں مرد کا۔''

''چلو ٹھیک ہے۔'' اس نے سر ہلا کر کہا۔

''وہ دیکھو..... وہ موٹا آدمی اپنی جگہ سے اٹھ رہا ہے..... غالباً باہر جائے گا۔ اس کا تعاقب کر کے معلوم کرو وہ کون ہے۔ کہاں رہتا ہے اس کا کیا نام ہے۔ کیا کرتا ہے۔''

''ابے پہلے ہی دن اتنا کام.....اچھا میں صرف گھر دیکھ آؤں گا۔ اَتا پتہ لکھ لاؤں گا۔''

''چلو یہی سہی.....جلدی کرو۔''

جس آدمی کا تعاقب کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا وہ پستہ قد تھا اور قد کی مناسبت سے جسم کا پھیلاؤ بہت زیادہ تھا۔ اگر قاسم پر گنبد نما مینار کی پھبتی کہی جاسکتی تو وہ صرف گنبد تھا۔ دونوں آگے پیچھے ڈائننگ ہال سے نکلے اور حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔

وہ یہاں بہت اچھے موڈ میں نہیں آیا تھا۔

آمد کا مقصد تھا ماحول کی یکسانیت سے پیچھا چھڑانا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اس کے باوجود بھی تنہائی کی تلاش تھی۔

حمید کے بارے میں یہ کہنا قطعی غلط ہوگا کہ وہ ہمیشہ ہی کھلنڈرے پن کے موڈ میں رہتا تھا۔ لیکن موڈی تو بہرحال تھا۔ ابھی ہنس رہا ہے.....قہقہے لگا رہا ہے..... دوسروں کی پگڑی اچھال رہا ہے اور خود بھی تماشہ بن رہا ہے لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اسی ہنگام سرمستی میں کب اس کے ذہن کے کسی تاریک گوشے سے اداسی کی ایک ہلکی سی لہر شعور میں رینگ آئے اور وہ یک

بیک اس طرح خاموش ہو جائے جیسے گھنٹوں سے ہونٹ سیئے بیٹھا رہا ہو۔

اداسی کا دورہ اکثر دیر پا ثابت ہوتا تھا اور اپنے ماحول سے فرار کے باوجود بھی اُسے تنہائی کی تلاش رہتی تھی۔

رام گڈھ پہنچنے پر اس نے پہلے کوئی ایسا مکان ہی تلاش کیا تھا جو کچھ دنوں کے لئے کرایہ پر مل سکتا۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ حالانکہ یہ اکتوبر کا مہینہ تھا اور یہاں سردی بڑھ گئی تھی لیکن پھر بھی میدانوں سے آنے والے سیاح رام گڈھ ہی سے چمٹے رہنا چاہتے تھے۔ پھر مجبوراً ہوٹل کا رخ نہ کرتا تو جاتا کہاں۔

ڈائننگ ہال سے اٹھ کر وہ اپنے کمرے میں آیا اور کھڑکی میں کھڑا ہو گیا۔ مطلع ابر آلود تھا..... حد نظر تک سرسبز پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں جن پر جگہ جگہ رنگین اور متحرک دھبے نظر آ رہے تھے۔ یہ سیاحوں کی ٹولیاں تھیں..... کس سے نچلا بیٹھا جاتا ہے یہاں۔ اس نے سوچا! لیکن وہ کیا کرے۔ یہ اداسی۔ یہ بیزاری۔ آخر کیوں؟ کب اس سے نجات ملے گی۔ وہ کیا چاہتا ہے۔ تنہائی..... مگر کیوں؟ وجہ.....؟ کوئی وجہ نہ تھی..... وہ اپنے ذہن کو کریدنے لگا۔ لیکن اداسی کی جڑوں تک نہ پہنچ سکا۔

اس مسئلے سے الجھنا کوئی نئی بات نہ تھی۔ اس پر جب بھی اداسی کا دورہ پڑتا وہ اپنے ذہن کو کریدے بغیر نہ چھوڑتا۔ لیکن آج تک اس اداسی کی وجہ نہیں دریافت کر سکا تھا۔

پھر یک بیک قاسم کا خیال آیا۔ اس کا کمرہ بھی اسی راہداری میں تھا۔ لیکن وہ مقفل نظر آیا۔

شام کی چائے حمید نے ڈائننگ ہال ہی میں پی۔ اب وہ کسی قدر بشاش تھا۔ اب ایسے میں اگر کچھ ساتھی مل جاتے تو شائد ایک بار پھر وہ کسی کھلنڈرے آدمی کے روپ میں نظر آتا۔

ساڑھے چھ بج گئے۔ اندھیرا پھیل گیا۔ لیکن قاسم کا کہیں پتہ نہ تھا۔

دفعتاً اسے خیال آیا کہیں قاسم کوئی حماقت نہ کر بیٹھا ہو۔ پیچھا چھڑانے کے لئے ایسا مخدوش طریقہ اختیار نہ کرنا چاہئے تھا۔ پھر؟ اب کیا کیا جائے۔

قاسم ہی ٹھہرا۔ ہوسکتا ہے تعاقب کا سلسلہ طویل ہوتے دیکھ کر اکتا گیا ہو اور متعاقب کو

راستے ہی میں روک کر خود اسی سے اس کا پتہ پوچھ بیٹھا ہو۔ اس سے تو بڑے مخلصانہ انداز میں حماقتیں سرزد ہوتی تھیں۔ حمید کو ایک واقعہ یاد آ گیا۔

قاسم کی بیوی کچھ دنوں کے لئے مائیکے چلی گئی تھی اور قاسم نے تہیہ کیا تھا کہ اب درویشوں کی طرح زندگی بسر کرے گا۔ سارے نوکر نکال باہر کئے.....حتیٰ کہ باورچی بھی نہ رکھا۔ پتہ نہیں کس طرح انہیں دنوں ایک شاعر لاگو ہو گیا تھا۔ چوبیسوں گھنٹے اس کے سر پر سوار رہتا اور غزلیں مار مار کر قاسم کو ادھ مرا کر دیتا۔ آخر اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے قاسم نے اپنی عقل بھر ایک تدبیر بھی کر ڈالی۔ صدر دروازے میں قفل ڈال کر اندر بیٹھ رہتا۔ شاعر صاحب آتے اور دروازہ مقفل دیکھ کر واپس چلے جاتے۔ ایک شام حمید بھی جا پہنچا۔ کمپاؤنڈ میں سناٹا دیکھ کر حیرت تو ہوئی لیکن وہ آگے بڑھتا ہی گیا۔ صدر دروازے پر نظر نہیں پڑی تھی۔ ہاتھ گھنٹی کے پش بٹن پر پڑا.....پھر وہ گھنٹی بجاتا ہی چلا گیا۔

آخر اندر سے قاسم کی غصیلی آواز آئی۔ ''ابے او رخبیث.....اندھا ہے کیا.....دیکھتا نہیں سالے درواجے میں تالا لٹک رہا ہے۔''

تو اسی طرح کوئی حماقت اس تعاقب کے سلسلے میں بھی ہو گئی ہو۔ وہ تو اکتا کر یہ تک کہہ بیٹھتا۔ ''ابے سالے کہیں گھر بار بھی ہے تمہارا یا بس مٹر گشتی ہی کرتے پھرو گے۔ مر بھی چکو جلدی سے۔''

حمید نے اُس ویٹر سے بھی قاسم کے متعلق پوچھا جو ان کے کمروں میں طلب کی ہوئی چیزیں پہنچاتا تھا۔ لیکن اس نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ اسی وقت سے غائب ہے۔ درمیان میں ہوٹل واپس نہیں آیا۔

لیکن حمید اُسے ڈھونڈتا بھی کہاں۔ رام گڈھ چھوٹی سی جگہ تو تھی نہیں۔ وہ ڈائننگ ہال ہی میں بیٹھا پائپ میں تمباکو پھونکتا رہا۔ سیاحوں پر ہاتھ صاف کرنے والی کئی پیشہ ور لڑکیوں نے اُسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا لیکن اس نے لفٹ نہ دی۔

آخر ٹھیک ساڑھے سات بجے قاسم کی شکل دکھائی دی۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سارا دن چلتے ہی گذرا ہو۔ حمید کو دیکھ کر اسی طرف آیا اور بیٹھ کر کسی ستم رسیدہ بیوہ کی طرح کراہا۔ لیکن حمید اب اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ اب تو اس کی نظر پیلے رنگ کے اس بیج پر تھی جو اس کے کوٹ کے کالر سے پن کیا ہوا تھا۔

اس بیج پر سرخ رنگ سے تحریر تھا

''عوامی زچہ خانہ''

قاسم نے اسے جو اس طرح گھورتے دیکھا تو اکڑ کر بیٹھ گیا اور اُس کے ہونٹوں پر ایک ''لمبی سی'' مسکراہٹ نظر آئی۔

حمید اُسے حیرت سے دیکھتا رہا۔ یہ حماقت تو تھی۔ لیکن ''پراسرار'' مگر اسے یہ چھپا ہوا بیج ملا کہاں سے؟

''یہ تم عوامی زچہ خانہ کب سے ہو گئے۔'' اس نے پوچھا۔

''آج ہی سے۔'' بڑی سنجیدگی سے جواب دیا گیا۔ پھر یک بیک اس نے آگے جھک کر آہستہ سے پوچھا۔ ''یہ زچہ کیا چیز ہوتی ہے.....حمید بھائی۔''

حمید نے پھر آنکھیں نکالیں۔

''یہ تمہیں ملا کہاں سے۔''

''ٹھینگے سے۔'' قاسم جھلا گیا۔ ''جو میں پوچھتا ہوں وہ نہیں بتاتے سالے۔''

''اُس عورت کو کہتے ہیں جس کے ہاں والادت ہوئی ہو۔''

''ولادت۔'' قاسم نے اس انداز میں دہرایا جیسے والادت کا مطلب سمجھنے کے لئے ذہن پر زور دے رہا ہو۔

''نہیں سمجھا۔'' آخر اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

''ابے اُس عورت کو کہتے ہیں جس کی بچہ ہوا ہو۔''

''جھوٹے ہو سالے۔'' قاسم غرایا.....لیکن غیر شعوری طور پر اس کا ہاتھ بیج کی طرف گیا اور اسی پر جم کر رہ گیا۔ پھر چاروں طرف اس طرح دیکھنے لگا جیسے اندازہ کر رہا ہو کہ کسی نے

دیکھا تو نہیں۔

''جس سے دل چاہے پوچھ لو۔''

''ہوں.....!'' اس بار اسکی آواز بھرائی ہوئی سی تھی۔ ''میری سالی تقدیر ہی اوندھی ہے۔''

''آخر ہوا کیا۔''

''میں سمجھا تھا اس یتیم خانہ کو کہتے ہوں گے جس میں بہت چھوٹے چھوٹے بچے رکھے جاتے ہیں۔''

''پھر بھی کیا بات ہوئی۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''ابے کچھ بات ہی نہیں ہوئی۔ ساڑھے سات سو جمع کئے تھے۔ یوں سمجھ میں نہیں آئے گا۔ بتاتا ہوں۔ یہ سالا موٹا یہاں سے نکل کر ٹیکسی میں بیٹھا تھا۔ میں دوسری ٹیکسی میں بیٹھ گیا تھا۔ جہاں وہ گیا میں بھی پہنچ گیا۔ بڑا سا پنڈال بنا ہوا تھا لوگ اس میں جا رہے تھے۔ وہ بھی وہاں گیا تھا۔ میں قیوں نہ جاتا۔ کھوب تکریریں ہوئیں..... واہ واہ ہوئی..... تالیاں پٹی گئیں۔ پھر ایک مغلئی بیگم نے کہا جو حضرات چندہ جمع کرنا چاہیں اپنے ہاتھ اٹھا دیں۔ بس کیا بتاؤں۔ اس سالے نے ہاتھ اٹھایا تو میں نے بھی اٹھا دیا۔ اس کے بیج لگایا گیا..... میرے بھی لگا دیا گیا۔ پھر ہم جھولیاں لے کر باہر نکلے اور چندہ جمع کرنے لگے..... وہ میرے پاس ہی کھڑا تھا۔ اس نے میری طرف دیکھا میں نے بھی اس کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرایا تو میں بھی مسکرایا۔ اس نے دانت نکالے تو میں نے بھی نکال دیئے۔ بس اس طرح جاسوسی کرتا رہا۔ کیوں ٹھیک ہے نا۔''

حمید نے اس آدمی کی طرف دیکھا جو قاسم کی جانب ایسے انداز میں بڑھ رہا تھا جیسے اس کا سر ہی توڑ پھاڑ دے گا۔

فرہاد

وہ قریب آ کر رک گیا اور اس کے تیور خراب ہی رہے۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہوگی۔ قویٰ مضبوط معلوم ہوتے تھے۔ قبول صورت بھی تھا لیکن لباس کے معاملے میں بیڈھنگا ہی کہا جاسکتا تھا۔ بال بے ترتیبی سے پیشانی پر جھکے ہوئے تھے۔

''فرمایئے۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''آپ ادھر دیکھئے مسٹر۔'' اس نے حمید کی پرواہ کئے بغیر قاسم کو مخاطب کیا۔

''قیا.....!'' قاسم نے سر اٹھا کر بھاڑ سا منہ کھول دیا۔

''اپنی رقم واپس لے کر رسید بھی دے دیجئے۔'' اس نے کہا۔

''قون ہو تم.....!'' قاسم نے آنکھیں نکالیں۔

''بیٹھ جایئے نا۔'' حمید نے کہا۔ ''مجھے بتایئے کیا بات ہے۔''

اب وہ حمید کی طرف متوجہ ہوا اور کرسی کھینچ کر بیٹھتا ہوا بولا۔ ''چچا صاحب احمق ہیں..... ان سے طے کیا ہوا کوئی معاملہ خاندان کے دوسرے افراد کے لئے قابل قبول نہیں ہوسکتا۔''

''اُو چچا کے بھتیجے تم ہو قون! میں تمہیں نہیں جانتا۔ تم کہاں کی باتیں کر رہے ہو۔'' قاسم غرایا۔

''اسی مکان کی باتیں جس کا تین ماہ کا کرایہ آپ نے پیشگی ادا کیا ہے۔''

''ہاں تو پھر۔''

''مکان ہم نہیں اٹھانا چاہتے۔''

''ابے جاؤ..... پھرشتے اٹھائیں گے تمہارے..... رسید ہے میرے پاس۔''

حمید کبھی قاسم کی شکل دیکھتا اور کبھی اجنبی کی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس قسم کی گفتگو ہے۔ کیسا مکان..... کہاں کی رسید..... اور یہ چچا بھتیجے۔

''وہ مکان کرائے پر اٹھانے کے لئے نہیں ہے۔'' اجنبی نے پھر سخت لہجے میں کہا۔

''پھر وہ سالا ابورڈ کیوں لٹک رہا ہے..... کہ قرایہ پر دینے کے لئے خالی ہے۔''

''چچا جان کی زبردستی۔''

''ذرا ایک منٹ ٹھہریئے۔'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''قصہ کیا ہے؟ ذرا ٹھنڈے ہو کر بات کیجئے۔ مجھے بتایئے۔''

اجنبی خاموش ہو گیا۔ کبھی حمید کی طرف دیکھتا اور کبھی قاسم کی طرف۔ قاسم کی آنکھیں اب بھی اُبلی پڑ رہی تھیں اور ''عوامی زچہ خانہ'' کا بچ پھر دوسروں کو دعوت نظارہ دینے لگا۔

''اسے نکالو.....!'' حمید نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اُو.....اُو.....اُوب.....'' قاسم نے چونک کر اُسے پھر ہاتھوں سے چھپا لیا۔

لیکن اب حمید اجنبی کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''چچا صاحب جھکی ہیں۔'' اجنبی نے کہا۔

''مجھے ان سے ملنے کا شرف نہیں ہو سکا۔'' حمید بولا۔ ''میں سرے سے جانتا ہی نہیں کہ یہ کس مکان کا تذکرہ ہے اور یہ حضرت کیا کر کے آئے ہیں۔''

''اَے.....تم خود حضرت۔'' قاسم نے پھر آنکھیں نکالیں۔

لیکن حمید اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

اجنبی بولا۔ ''چچا صاحب کے مکان کا ایک حصہ آسیب زدہ ہے۔ اس لئے اُسے خالی کر دیا گیا ہے۔ عرصہ سے خالی پڑا ہے..... چچا صاحب کی ضد ہے کہ خالی پڑے رہنے سے کیا فائدہ۔ اپنی ضد کے پکے بھی ہیں اس لئے براہِ راست مخالفت نہیں کی جا سکتی۔ انہوں نے اس پر کرایہ پر اٹھانے کا بورڈ بھی لٹکا رکھا ہے..... لوگ آتے ہیں تو انہیں حقیقت سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ وہ مان جاتے ہیں..... اسی لئے مکان اب تک خالی پڑا ہوا ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ رام گڈھ میں ان دنوں کوئی خالی مکان دکھا دیجئے۔ میں جھک کر سات سلام کروں گا۔''

''کر کے دیکھو۔'' قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''میں خوب سمجھتا ہوں سات سلام کا مطلب (باچھیں پھاڑ کر) سات سلام کریں گے بیچارے۔''

''ذرا کچھ دیر خاموش بھی رہو۔'' حمید نے نرم لہجے میں کہا۔

''اور یہ سات سلام کرتے رہیں۔'' قاسم دہاڑا۔

''تم غلط سمجھے۔ وہ سات سلواتیں ہوتی ہیں.....محاورہ ہے۔''

''چلو آج محاورے ہی کی ایسی تیسی ہو جائے۔ ہاں تم اسی طرح محاورہ نکال کر میری بات کا کباڑہ کر دیتے ہو۔''

''بڑے بھائی۔'' حمید گھگھیایا۔

''چلو خیر.....!'' قاسم کی آواز ڈھیلی پڑ گئی۔

''ہاں تو جناب۔'' حمید اجنبی کی طرف مڑا.....قاسم کو پھر زچہ خانے والے بیج کا خیال آ گیا تھا اور اب وہ اُسے اپنے کوٹ کے کالر سے نکال رہا تھا۔

''ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا جناب۔'' اجنبی بولا۔ ''چونکہ ایک بار خاندان والے مشکلات کا شکار ہو چکے ہیں اس لئے نہیں چاہتے کہ مکان کرایہ پر اٹھایا جائے۔ انہوں نے تین ماہ کا پیشگی کرایہ ادا کر کے چچا صاحب سے رسید لی تھی۔ کوئی اس وقت اس کی مخالفت نہ کر سکا۔ لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کو آگاہ کر دیں اور وہاں قیام کرنے سے باز رکھیں.....روپے میں واپس لایا ہوں۔ رسید واپس کر دیجئے۔''

''کیا آپ نے چچا صاحب کو رضا مند کر لیا ہے۔''

''ان سے الجھنے کی کس میں ہمت ہے۔ انہیں پتہ ہی نہیں۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ آپ کرایہ ادا کرنے کے بعد پروپیگنڈے کا شکار ہو کر خائف ہو گئے ہیں اس لئے آپ کی واپسی نہیں ہوئی۔ کئی بار ایسا ہوا ہے۔ بے خبر لوگ پھنس گئے ہیں اور خاندان والوں نے ان کے روپے واپس کئے ہیں۔ انہیں حالات سے آگاہ کیا ہے۔''

''آخر وہ اُسے کرایہ پر اٹھانے پر ہی کیوں مصر رہتے ہیں۔''

''جھک ہے۔ بالکل سنکی آدمی ہیں۔ ابھی آپ نے زچہ خانے والے بیج کا تذکرہ کیا تھا۔ آج ان کے کوٹ کے کالر پر بھی ایسا ہی ایک بیج دیکھا گیا ہے..... پتہ نہیں کہاں پھنس گئے تھے

اور کس کے لئے چندہ اکٹھا کرتے رہے تھے۔"

قاسم نے پھر کچھ کہنے کے لئے آنکھیں نکالی تھیں اور حمید نے پھر بڑے بھائی والا نسخہ آزمایا تھا۔

"کیا کبھی کسی کرایہ دار کو وہاں رہ کر کوئی نقصان بھی پہنچا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"جی ہاں..... وہ رات کو سو رہا تھا۔ یک بیک بستر میں آگ لگ گئی تھی اور وہ بمشکل خود کو محفوظ رکھ سکا تھا۔ اس کے پلنگ کے نیچے تازہ خون پھیلا ہوا نظر آیا تھا۔"

"لیکن اس کے باوجود بھی ان کی جھک برقرار ہے۔"

اس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔"جی ہاں۔ کہیں سے ایک عامل پکڑ لائے تھے۔ جس نے کچھ پڑھا لکھا تھا اور خاصی بڑی رقم اینٹھ کر انہیں یقین دلا دیا تھا کہ بھوت بھاگ گئے لیکن گھر والے اب بھی راتوں کو وہاں عجیب قسم کی روشنیاں دیکھتے رہتے ہیں۔ آوازیں سنتے رہتے ہیں۔ ویسے خود چچا صاحب مصر ہیں کہ سب بکواس ہے۔ وہم ہے۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

"میں کہتا ہوں آپ خود سوچئے کہ اس سیزن میں بھی وہ خالی پڑا رہا ہے۔ جب کہ رام گڈھ میں کہیں تل رکھنے کی جگہ نہیں رہی۔"

"ٹھینگے سے۔" قاسم بول پڑا۔"ہم دیکھیں گے قیسے بھوت ہیں۔ ارے میاں..... برف کے بھوت۔"

"بڑے بھائی۔" حمید جلدی سے بول پڑا۔

"تم خود بڑے بھائی۔ میں قچھ نہیں سنوں گا۔ ابھی سامان اٹھا کر وہیں لے جاؤں گا۔ رسید ہے میرے پاس..... مر گئے روکنے والے۔ اَجی ہاں۔"

"اگر آپ نے ضد کی تو بھگتیں گے۔"

"آپ کا لہجہ بہت خراب ہے جناب۔" حمید نے کہا۔"اس قسم کا لہجہ ہم اس وقت اختیار کر سکتے ہیں جب آپ نے ہمیں دھوکہ دے کر ایسا کوئی مکان ہمارے گلے لگایا ہوتا۔"

''آپ ان کا لہجہ بھی تو دیکھئے۔''

''بڑی شراپھت سے پیش آ رہا ہوں..... ہاں.....ورنہ میں تو'' قاسم نے سر ہلا کر کہا۔

''دیکھئے'' حمید ہاتھ اٹھا کر قاسم کو خاموش کرتا ہوا اجنبی سے بولا۔ ''کرایہ ادا کر کے یہ رسید لے چکے ہیں۔ رسید کا مطلب ہے تین ماہ کا معاہدہ۔ رقم پیشگی لی گئی ہے۔ فرض کیجئے ہم کسی مجبوری کی بناء پر مکان میں نہ رہ سکتے.....ٹھہریئے.....بھوتوں والا معاملہ فی الحال الگ ہی رکھئے۔ میں ایک عام بات کہہ رہا ہوں۔ ایسی صورت میں کیا ہمیں پیشگی ادا کی ہوئی رقم واپس مل جاتی۔''

''اُسے چھوڑیئے! وہ دوسری بات ہے۔''

''قطعی دوسری بات نہیں ہے۔ آپ کے چچا صاحب نے تین ماہ کا کرایہ پیشگی اسی لئے وصول کیا ہے کہ ہم ہر حال میں پابند ہو جائیں۔ انہوں نے بھوتوں والی کہانی بتائی تو نہیں تھی۔ رقم پہلے وصول کر لی تاکہ اگر بعد کو بھوتوں والی کہانی سن کر ہم بھاگیں بھی تو اُس رقم کی واپسی کا مطالبہ نہ کر سکیں۔''

''چلئے یونہی سہی۔ مگر میں رقم واپس تو کر رہا ہوں۔''

''کتنی رقم تھی۔'' حمید نے قاسم سے پوچھا۔

''نو سو روپے۔'' قاسم نے جواب دیا۔

''میں لایا ہوں۔'' اجنبی جیب پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

''اسے دس سے ضرب دے دیجئے۔'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''کیا مطلب.....؟''

''حاصل ضرب نو ہزار کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔'' حمید کی مسکراہٹ بدستور قائم رہی۔

''اوہ.....!''

''یہ بات ہوئی ہے۔'' قاسم نے میز پر ہاتھ مار کر اچھلنے کی کوشش کی لیکن گد بدا کر رہ گیا۔ ''اے حمید بھائی۔ آج معلوم ہوا کہ واقعی میرے ہمدرد ہو۔''

''یعنی آپ نو ہزار لے کر رسید واپس کریں گے۔'' اجنبی کا لہجہ پھر سخت ہو گیا۔

''قطعی.....ہم نے تو پیشگی کرایہ اسی لئے ادا کیا ہے کہ مکان میں رہیں گے۔ آپ نہیں چاہتے تو نو ہزار۔''

''آپ کے بھلے ہی کو نہیں چاہتا مسٹر.....آپ ضد کر رہے ہیں تو آیئے۔ آس پاس کے سبھی لوگ جانتے ہیں کہ مکان آسیب زدہ ہے۔ ہم پر کوئی ذمہ داری نہ ہو گی۔''

''بے فکر رہئے۔'' حمید پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔ ''ہم اس مکان میں داخل ہونے سے پہلے چیخ چیخ کر اعلان کریں گے کہ مالک مکان نے ہمیں دھوکے میں نہیں رکھا۔ ہم اپنی خوشی سے بھوتوں کی ہم جلیسی قبول کر رہے ہیں۔''

''زبانی طراریاں رکھی رہ جائیں گی مسٹر۔ آپ نہیں جانتے۔''

حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ ''نو ہزار..... یا..... ہمارا قبضہ..... جس سے ہمیں قانون کی رو سے بھی نہیں روکا جا سکتا۔''

دفعتاً قریب کی کسی میز سے آواز آئی۔ ''فرہاد.....اُو فرہاد۔''

اجنبی چونک کر اُسی طرف دیکھنے لگا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر شائد کسی کو منتظر رہنے کا اشارہ کیا۔

فرہاد کے نام پر قاسم اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا تھا۔

''خدا بے تکلف دوستوں سے بچائے۔'' اجنبی بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔ پھر حمید سے بولا۔ ''ہاں تو آپ کیا کہتے ہیں۔''

''کتنی بار کہوں..... کہئے تو اسی جملے کو ریکارڈ کرا کے آپکے حوالے کر دیا جائے۔'' حمید بولا۔

''آپ کی مرضی.....خود ہی اندازہ ہو جائے گا۔'' وہ اٹھتا ہوا بولا اور اسی میز کی طرف چلا گیا جہاں سے آواز آئی تھی۔

''اب بتاؤ بیٹا..... یہ تم نے برف کے بھوتوں کی بات کیوں شروع کی تھی۔''

''بتا رہا تھا سالے کو.....!''

''ہو چکی سراغ رسانی۔''

''قیوں.....!''

''اگر اسی طرح بتاتے پھرے کہ تم سراغ رساں ہو تو کیسے کام چلے گا..... پیارے۔''
حمید نے نرم لہجہ رکھتے ہوئے کہا۔

''ابے ہاں یار.....لو..... میں کتنا اُلو کا پٹھا ہوں ..... چچ چچ.....وائی.....اچھا اب نہیں نقلنے دوں گا جبان سے۔''

''اچھا اب بتاؤ کیا قصہ تھا۔''

''اُسے وہی موٹا..... ہم دونوں چندہ جمع کر رہے تھے۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا..... میں اُسے دیکھ کر مسکرایا۔ بس جان پہچان ہوگئی۔ میں نے کہا چلو اب اچھا ہے خود اس سے اتہ پتہ پوچھ لیں گے۔ کہنے لگا کاش میں بھی آپ ہی کی طرح لمبا ہوتا۔ میں نے کہا اب ہو جاؤ گے۔ فکر کی بات نہیں..... اللہ تمہیں لمبا کرے گا انشاء اللہ۔ پھر بولا آپ کی طرف بے اختیار دل کھنچتا ہے..... ہی ہی ہی.....بھلا میں قیا کہتا..... ہم ساتھ ہی ساتھ رہے اور پھر سڑک پر آ گئے۔ اس نے پوچھا آپ کہاں رہتے ہیں۔ میں نے کہا ہوٹل میں ۔ کہنے لگا ہوٹل کی رہائش بڑی واہیات ہوتی ہے۔ میں نے قہا مکان کہاں ملتے ہیں۔ بولا چلو میرے ساتھ۔ شام کی چائے بھی پینا اور مکان کا انتظام بھی میں قر دوں غا۔ میں نے دل میں قہا واہ..... یہ ہو رہی ہے جاسوسی..... پہلے ہی دن اتنی زور دار جاسوسی۔''

وہ خاموش ہو کر داد طلب نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

''تو مکان.....کہاں ملا۔'' حمید نے پوچھا۔

''اُسے اسی کا ہے اور کہاں ملتا..... خوب ڈٹ کر چائے پی مٹھائیاں اڑائیں اور ..... ہی ہی ہی ہی اغے حمید بھائی بس کیا بتاؤں.....ہی ہی ہی۔''

''کیوں.....اور کیا تھا۔''

''یلا..... یل..... یاں۔'' وہ ایک ایک ٹکڑے پر زور دے کر بولا۔

''ہائیں.....پھر وہی۔'' حمید نے آنکھیں نکالیں۔

''ارے.....توبہ۔'' قاسم نے کان پکڑ کر آنکھیں بند کرلیں اور گال پھلا لئے..... پھر بولا۔''اُمے وہ میں نے خود تھوڑا ہی دیکھا تھا۔ آ گئی تھیں سامنے..... میں نے لاحول بلاقوت پڑھی اور منہ پھیر لیا.....اور قیا۔''

''اس نے تم سے نوسو لے کر رسید دی ہے۔''

''ہاں یہ دیکھو۔'' اس نے جیب سے رسید نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

حمید اُسے دیکھتا رہا پھر تہہ کر کے جیب میں رکھتا ہوا بولا۔''فکر نہ کرو۔ ہم ہوٹل میں نہیں رہیں گے۔''

''مگر آیا کریں گے کبھی کبھی..... کیوں۔'' قاسم چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ پتہ نہیں کس طرح وہ مکان کے چکر میں پھنس گیا تھا ورنہ اس خیال کی مخالفت تو اس نے پہلے بھی کی تھی کہ رہنے کے لئے کوئی مکان تلاش کیا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ اس مکان کی ''یلا ئیلیاں'' ہی اس کی محرک ہوئی ہوں۔

انہوں نے رات کا کھانا بھی ڈائننگ ہال ہی میں کھایا۔ حمید اب بھی اس اجنبی کے متعلق سوچ رہا تھا لیکن پھر اس نے اس کا تذکرہ نہیں چھیڑا..... ویسے وہ اس موٹے آدمی کے متعلق بھی سوچ رہا تھا۔ کیا وہ بھی قاسم ہی کا بھائی بند ہوسکتا ہے۔ پھر اسے عوامی زچہ خانے والا لطیفہ یاد آیا۔ حالانکہ قاسم نے تفصیل نہیں بتائی تھی۔ پھر بھی حمید کا اندازہ تھا کہ وہ کسی انجمن کے جلسے میں جا پھنسا ہوگا اور انجمن ہی کے کسی خیراتی زچہ خانے کے لئے رضا کارانہ طور پر چندہ جمع کرنے والی مہم میں بھی شرکت کی ہوگی۔

''قیا سوچ رہے ہو پیارے۔'' قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''یہی کہ اگر تم مر گئے تو میں ولی عہد کسے بناؤں گا۔''

''اُمے تم خود مر جاؤ..... میں قہتا ہوں پیارے.....اور آپ کو سنے بیٹھ گئے.....لانت ہے۔''

''ہوں..... ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر وہ نو ہزار لے ہی آیا.....!''

''لائے سالا! تم نے کہا تھا میں نے تو نہیں کہا تھا۔ میں جرور دیکھوں گا اُن بھوتوں کو۔''

''جب تم نے اس موٹے آدمی سے مکان کے لئے گفتگو کی تھی کوئی اور بھی تھا وہاں۔''

''بتایا تو کہ دو یلا یلیاں تھیں.....فل فلوٹیاں تھیں۔''

''انہوں نے اس پر اعتراض کیا تھا۔''

''ارے اگر وہ اعتراض کر دیتیں تو میں کرایہ دیتا ہی قیوں۔''

''اچھا اگر.....اُن میں سے کوئی آئے اور کرایہ واپس کرے تو۔''

''واپس لے لوں غا۔'' قاسم نے بڑے خلوص سے کہا۔ ''نتھو حلوائی کو ایک بار کہتے سنا تھا کہ جورو کے علاوہ اور ہر عورت کا کہنا ماننا چاہئے۔ ٹھیک ہی کہتا ہے۔ سالا.....قیوں!''

''ہوں.....!'' حمید کسی سوچ میں پڑ گیا۔

''نکل رہی ہے نا جاسوسی۔'' قاسم ہنسنے لگا۔ ''جرور نکلے گی۔ نہ نکلے گی تو تمہارا کھانا کیسے ہضم ہوگا۔''

''ہشت! اب تم بھی جاسوس ہو۔ ایسی باتیں نہ کرو۔'' حمید نے کہا۔

''ارے ہاں.....مگر یار یہ خالی خولی جاسوسی۔'' قاسم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''نہ سگار.....نہ پائپ نہ سگریٹ۔''

''ضروری نہیں ہے۔'' حمید نے کہا۔ پھر چونک کر اس آدمی کی طرف مڑا جو اس کی پشت پر رکا تھا اور مضحکانہ انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''فرمائیے.....!'' حمید نے نتھنے پھلائے۔

''اجازت ہو تو دو منٹ برباد کروں۔'' اس نے کہا۔

''تشریف رکھئے۔''

''فرہاد کی بات مذاق نہ سمجھئے۔'' اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''شیریں سے مشورہ کئے بغیر میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' حمید نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

آنے والا ہنسنے لگا پھر بولا۔ ''اوہ شاید آپ.... ظاہر ہے آپ شاید باہر سے آئے ہیں۔ فرہاد سے مراد وہ آدمی ہے جو ابھی کچھ دیر پہلے آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔''

''وہ فرہاد.....لاحول ولا قوۃ.....میں تو انہیں قلوپطرہ کا کزن سمجھتا رہا تھا۔''

''وہ یہاں سے اٹھ کر میری ٹیبل پر گیا تھا۔ آپ غلطی پر ہیں۔ مکان حقیقتاً آسیب زدہ ہے۔ آپ اس خاندان کے لوگوں کو بھی مشکلات میں ڈالیں گے۔''

''اَے جاؤ۔'' قاسم نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ ''چلے ہی آ رہے ہیں بھوتوں کے رشتے دار۔ کون ہیں وہ سالے بھوت تمہارے.....تمہیں قیوں تکلیف ہو رہی ہے۔''

''خدا رحم کرے آپ لوگوں کے حال پر مجھے کیا۔'' وہ اٹھتا ہوا بولا اور ایک طرف چلا گیا۔

وہ دونوں خاموش بیٹھے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھتے رہے۔ پھر حمید نے کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ وہ نو ہزار ضرور لائے گا۔''

''اب تو نوے ہزار پر بھی نہیں مانوں گا..... ہاں۔'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

غضب ناک چچا

عمارت بڑی اور شاندار تھی۔ کافی کشادہ پائیں باغ تھا۔ عمارت کے ایک حصے پر اب بھی ''کرایہ پر اٹھانے'' والا بورڈ آویزاں تھا۔

ٹیکسی پائیں باغ میں داخل ہو کر رکی۔ حمید اور قاسم اترے۔ ٹیکسی کی ڈکے میں اُن کا سامان بھرا ہوا تھا۔

پستہ قد موٹا آدمی برآمدے میں نظر آیا.....اس نے انہیں دیکھ کر پُرجوش انداز میں ہاتھ ہلایا تھا۔

پھر وہ برآمدے سے نیچے اترنے لگا اور ایسا ہی معلوم ہوا جیسے اب گرے گا اور لڑھکتا ہوا سیدھا انہیں کی طرف چلا آئے گا۔

وہ آگے بڑھے.....سب سے پہلے اُس نے قاسم کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''اوہ.....آیئے آیئے۔ خوش آمدید۔ میں آپ کے لئے بہت بے چین تھا۔'' اس نے قاسم سے کہا۔ ''رات بھر آپ کو خواب میں دیکھتا رہا۔''

''ہی.....ہی.....ہی.....ہی جی ہاں.....بلقل یہی حال میرا بھی تھا۔ جی ہاں۔''

''آپ کی تعریف.....!'' موٹا حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

''یہ.....یہ.....حمید بھائی ہیں.....جی ہاں.....صرف حمید بھائی ہیں۔''

''مجھے ساجد حمید کہتے ہیں۔'' حمید جلدی سے بول پڑا۔ ''ہم دونوں گہرے دوست ہیں۔''

''بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔'' اس نے حمید سے ہاتھ ملاتے وقت دانت نکال دیئے اور پھر مڑ کر غالباً ملازموں کو آوازیں دینے لگا۔

''چلئے آپ لوگ تشریف لے چلئے۔ سامان اترتا رہے گا۔ پہلے ادھر آیئے..... کچھ دیر میرے ساتھ بھی بیٹھئے۔ مجھے تعلیم یافتہ آدمیوں سے مل کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔''

حمید اور قاسم اس کے ساتھ برآمدے کی جانب بڑھے اور دو ملازم اُسی طرف سے آ رہے تھے۔ موٹے نے انہیں سامان کے متعلق ہدایت دی۔

''اوہ.....ٹیکسی کا کرایہ تو ادا ہی نہیں کیا۔'' حمید چونک کر بولا۔

''پرواہ نہ کیجئے۔ ادا کر دیا جائے گا۔'' موٹے نے کہا۔

لیکن حمید پھر پلٹ کر ٹیکسی کی طرف آیا اور کرایہ ادا کر کے ملازموں کو ڈکے سے سامان نکالتے دیکھتا رہا۔ پھر وہ دونوں بھی وہیں واپس آ گئے۔ موٹا قاسم سے کہہ رہا تھا۔ ''میں نے اکثر اپنے لئے جو خواب دیکھے ہیں آپ ان پر بالکل پورے اترتے ہیں۔ میں آپ میں مکمل ترین تفضّل حسین دیکھ رہا ہوں۔''

''اجی! میں قس لائک ہوں۔'' قاسم نے شرمیلی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''مم..... مگر..... تفضّل حسین۔''

''ٹی.....حسین.....یعنی کہ تفضّل حسین۔ میرا نام تفضّل حسین ہے۔ کیا میں نے ابھی تک آپ کو نہیں بتایا۔'' موٹے نے کہا۔

قاسم آہستہ سے کچھ بڑبڑایا تھا اور پھر موٹا حمید سے بولا۔ ''اوہ..... بے فکر رہئے۔ میرے ملازمین پر اعتماد کیجئے۔ سامان احتیاط سے آپ کے کمروں میں پہنچا دیں گے۔''

''اوہ.....!'' حمید چونک کر بولا۔ ''ٹھیک ہے..... چلئے۔''

وہ برآمدے سے گذر کر ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے جو کافی سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ دیواروں پر کئی درندوں کی کھالیں ان کے سروں بمعیت نظر آ رہی تھیں۔

حمید پہلے اُسے ڈرائنگ روم سمجھا تھا۔ لیکن پھر اندازہ ہوا کہ وہ تو ایک اچھا خاصا اسلحہ خانہ ہے۔ قدیم و جدید قسم کے متعدد آلات حرب دیواروں سے لگے ہوئے شوکیسوں میں موجود تھے۔

''میں اپنا زیادہ وقت اسی کمرے میں گذارتا ہوں۔'' موٹے نے کہا۔

''یہ ریچھ ہے شائد۔'' قاسم جو ریچھ کے سر کو بڑے انہماک سے دیکھ رہا تھا بولا۔

''جی ہاں..... میں نے اسے زندہ پکڑا تھا۔'' موٹے نے کہا۔ ''تشریف رکھئے نا۔ آپ چائے پئیں گے یا کافی۔''

''شکریہ! ہم ناشتہ کر چکے ہیں۔'' حمید نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

آپ کا ذخیرہ بڑا شاندار ہے۔

''ارے اب کیا ہے۔ بہتیری چیزیں تو چوری ہوگئیں۔ مثال کے طور پر ایک اژدھا جس کا وزن ستائیس من تھا۔ وہ بھی زندہ پکڑا تھا۔''

''جرور پکڑا ہوگا۔'' قاسم سر ہلا کر بولا۔ ''میں بھی بہت سی چیزیں زندہ پکڑ چکا ہوں۔''

''مثال کے طور پر.....!'' موٹے نے سوال کیا۔

''بب..... بب.....!'' قاسم کچھ سوچتا ہوا ہکلایا۔ ''بجو! بجو۔''

''بہت مشکل ہے اُسے پکڑنا۔ تیز ہوتا ہے۔ آپ اس کے پیچھے کیسے دوڑے ہوں گے۔''

''خود ہی دوڑ کر پاس آیا تھا۔ بس پکڑ کر بیٹا کی گردن مروڑ دی۔''

''خوب.....!'' موٹے نے اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کتنا وزن تھا۔''

''ساڑھے ستائیس من۔''

''میں نے غلط نہیں کہا تھا کہ میں آپ میں مکمل ترین تفضل حسین دیکھ رہا ہوں۔ مگر میں نے اتنا ہلکا بجو آج تک نہیں پکڑا۔ میں نے جو پکڑا تھا اس کا وزن اٹھائیس سے بھی زیادہ تھا۔''

''تب میں چالیس من والا پکڑنے کی کوشش کروں گا۔'' قاسم نے اکڑ کر کہا۔

حمید موٹے کے متعلق سوچنے لگا کہ وہ انہیں گھس رہا ہے یا حقیقتاً قاسم سے بھی گیا گذرا ہے۔

دفعتاً اس نے پوچھا۔ ''فرہاد صاحب کہاں ہیں۔''

''فرہاد صاحب؟ کون فرہاد صاحب؟''

''آپ کے بھتیجے۔''

''شائد آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس نام کا کوئی بھتیجا نہیں ہے۔'' اس نے کہا اور پھر قاسم کی طرف مڑ گیا۔

''یہ بلی تو بہت مشکل سے ہاتھ آئی ہوگی۔'' حمید نے شیر کی کھال کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''بلی.....ارے نہیں صاحب۔ یہ شیر ہے۔''

''لاحول ولا قوۃ.....یہی شیر ہے۔''

''جی ہاں۔'' اس نے حمید کو گھورتے ہوئے کہا۔

''میں بلی کا انلارجمنٹ سمجھا تھا۔''

اس نے حمید کو عجیب نظروں سے دیکھ کر کہا۔ ''ایک بات میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''ضرور پوچھئے۔''

''آپ نواب برجیس قدر کے بھانجے تو نہیں ہیں۔''

''اتفاق سے وہ خود ہی میرے بھانجے ہیں۔'' حمید نے جواب دیا۔

''تب پھر مجھے غلط یاد ہوگا۔ بہر حال انہوں نے اپنے بھانجے یا ماموں کا ایک واقعہ بتایا تھا جو بلی کے دھوکے میں کسی شیر کو چھ ماہ تک دودھ پلاتے رہے تھے۔''

''انہیں سے یہ حماقت سرزد ہوئی ہوگی۔ میں تو بہت عقلمند آدمی ہوں۔''

''جی ہاں..... جی ہاں۔'' اس نے حمید کو اس انداز میں دیکھتے ہوئے کہا جیسے خود بھی باور کرنے کی کوشش کرر ہا ہو کہ حقیقتاً وہ بہت عقلمند آدمی ہے۔ پھر یک بیک چونک کر بولا۔ ''میں بے حد خوش نصیب ہوں کہ اس طرح آپ لوگوں سے ملاقات ہوگئی۔ آپ کو دنیا کی بڑی بڑی اسکیموں سے بھی دلچسپی ہے یا نہیں۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔''

''مطلب یہ کہ چاند کا سفر..... یا خلائی اسٹیشن کا قیام۔''

''ارے واہ..... ارے واہ۔'' قاسم جلدی سے بول پڑا۔ ''جی ہاں! میری خالا جان ایک اسٹیشن بنوا رہی ہیں۔''

''خالا جان.....!'' موٹے نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

''اُوہ..... ارے واہ۔'' حمید ہنس پڑا اور قاسم سے بولا۔ ''تمہاری خالا جان جو اسٹیشن بنوا رہی ہیں۔''

پھر موٹے کی طرف مڑا۔ ''ان کی خالا کا بسوں کا بزنس ہے۔ مسافروں کی آسانی کے لئے انہوں نے اپنی کمپنی کے خرچے سے دارالحکومت میں کئی مسافر خانے بنوائے ہیں۔''

''اچھا اچھا بڑا نیک کام ہے۔ نیک کام ضرور کرنے چاہئیں۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہمیں ان بڑی اسکیموں میں ضرور دلچسپی لینی چاہئے..... کیا خیال ہے آپ کا۔''

''وہی جو آپ کا ہے۔''

''ونڈرفل! یہاں بھی ہم خیالی موجود ہے۔'' اس نے حمید کیطرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

حمید نے بھی طوعاً و کرہاً ہاتھ بڑھایا..... شائد موٹا بات بات پر ہاتھ ملانے کا عادی تھا۔

حمید کو ایسے آدمیوں سے بڑی چڑھ تھی جو لغو سے لغو بات کہہ کر بھی اس طرح ہاتھ بڑھاتے ہیں جیسے بڑا تیر مارا ہو۔ اب آپ بھی ہاتھ پر ہاتھ نہ ماریئے تو مغرور اور بداخلاق کہلایئے۔ ویسے موٹا ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آسکا تھا۔

یک بیک عمارت کے کسی گوشے سے گانے کی سی آواز آئی۔ غالباً کوئی خوش گلو آدمی

لہک لہک کر اشعار پڑھ رہا تھا۔

موٹے نے کان کھڑے کئے..... سنتا رہا اور پھر اسکے چہرے پر غصے کے آثار نظر آئے۔

''ذرا ٹھہریئے گا۔'' وہ اٹھتا ہوا غصیلی آواز میں بولا اور تھلتھلاتا ہوا باہر چلا گیا۔

''پکا جھوٹا ہے سالا۔'' قاسم نے آہستہ سے کہا۔ ''ستائیس من کا اژدھا پکڑا تھا بیٹا نے۔''

حمید کچھ نہ بولا اور قاسم نے ہنسی روکتے ہوئے کہا۔ ''قیا یاد قرے گا..... میں نے ساڑھے ستائیس من کا بجو پکڑ مارا۔''

''بجو دیکھا ہے کبھی۔''

''دیکھ کر نہیں پکڑا تھا۔'' قاسم نے شریری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''بلی سے بھی چھوٹا ہوتا ہے۔''

''اَبے تو پھر میں نے پہاڑی بجو پکڑا ہوگا۔ وہ سالا کیوں ہانک رہا تھا۔ میں نے بھی ہانک دی۔''

دفعتاً برآمدے سے کسی کے چنگھاڑنے کی آواز آئی۔ ''میں کہہ چکا ہوں کہ میری چھت کے نیچے شاعری واعری نہیں ہوگی۔ تم کتنے بے حیا ہو۔''

''آپ سنئے بھی تو سہی۔'' کسی نے مری مری سی آواز میں کہا۔

''نہیں سنوں گا۔ ابھی چلے جاؤ..... فوراً چلے جاؤ۔''

''سنئے تو..... میں نے شاعری ترک کر دی ہے۔'' دوسری آواز۔

''تو کیا یہ ابھی میرا فاتحہ پڑھا جا رہا تھا۔''

''آنٹی نے فرمائش کی تھی۔''

''اب آنٹا کہتا ہے کہ بکواس بند کرو اور بالکل چلے جاؤ۔''

''کیا کر رہے ہیں آپ۔'' ایک تیز قسم کی نسوانی آواز آئی۔

''دخل مت دو..... ہائیں..... تم ابھی تک گئے نہیں۔''

''جا رہا ہوں۔'' اس بار دوسری آواز بھی غصیلی تھی۔ پھر قدموں کی آواز سنائی دی۔ حمید

تیزی سے دروازے پر آیا۔

''اوہ.....تو یہ حضرت ہیں۔'' وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔فرہاد برآمدے کے زینوں سے نیچے اُتر رہا تھا۔ نیچے اُتر کر وہ ایک بار پھر مڑا لیکن ساتھ ہی للکار سنائی دی۔''ہائیں.....پھر.....دوڑتے ہوئے چلے جاؤ۔بس دفع ہی ہو جاؤ اس وقت ورنہ۔''

فرہاد تیزی سے پھاٹک کی طرف چلا گیا۔

''آپ حد سے بڑھ جاتے ہیں۔'' نسوانی آواز۔

حمید اس کی شکل نہ دیکھ سکا۔وہ شائد کسی دروازے میں تھی۔موٹا اب بھی برآمدے کے وسط میں کھڑا فرہاد کو گھورے جارہا تھا۔ جب وہ پھاٹک سے گذر گیا تو موٹے نے غرا کر کہا ''بیہودہ کہیں کا۔ مجھے چڑاتا ہے۔''

''میں نے فرمائش کی تھی۔'' نسوانی آواز۔

''تو پھر آپ بھی چڑاتی ہیں۔'' موٹا دہاڑا۔

نسوانی آواز اس بار بھی سنائی دی تھی۔لیکن الفاظ سمجھ میں نہیں آسکے تھے۔موٹا حمید کی جانب بڑھا اور حمید پیچھے ہٹتے وقت قاسم سے ٹکرایا تھا۔

''دیخ کر پیارے۔'' قاسم بڑبڑایا۔

''دیکھا آپ نے۔'' موٹا کمرے میں داخل ہوتا ہوا غصیلے لہجے میں بولا۔''دنیا چاند پر راکٹ پھینک رہی ہے۔مصنوعی سیارے خلا میں چکرا رہے ہیں اور صاحب زادے رگ گل سے بلبل کے پر باندھنے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔''

وہ کچھ نہ بولے۔موٹا کہتا رہا۔''پر تو کیا باندھیں گے خود اُلو ہو کر رہ گئے ہیں۔خدا کی پناہ اس سائنسی عہد میں بھی ہم شاعروں کے علاوہ اور کچھ نہیں پیدا کر رہے۔آپ کا کیا خیال ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ آپ نے زیادتی کی۔'' حمید بولا۔

''اوہ.....تو کیا آپ بھی۔'' موٹے نے آنکھیں نکالیں۔

''جی نہیں! ہم میں سے کوئی بھی شاعر نہیں ہے۔لیکن ہم شاعروں سے کبھی بُرا برتاؤ نہیں

کرتے۔ وہ قابل رحم ہیں۔''

''آپ ہی جیسے لوگوں نے ان کی تعداد بڑھائی ہے۔ معاف کیجئے گا۔ یہاں اس نقطے پر ہم مختلف الخیال ہو گئے۔ کیا خیال ہے آپ کا۔''

''مجھے آپ سے پورا پورا اتفاق ہے۔''

''کیا بات ہوئی۔''

''تو آپ کے یہ بھتیجے آپ کے ساتھ نہیں رہتے۔''

''خدا کا شکر ہے کہ نہیں رہتا ورنہ میں کبھی کا قبر میں پہنچ گیا ہوتا۔ خدا کی پناہ یہ بھی کوئی بات ہوئی..... وہ کیا شعر تھا..... پتہ نہیں کیا تھا۔ بہر حال مضمون یہ ہے۔''

''ہاں دیکھئے.....!'' حمید جلدی سے بولا۔ ''اس مکان کی کرایہ داری کے ساتھ کچھ اور بھی شرائط تو نہیں ہیں۔''

''اس کی بات پھر کریں گے۔ پہلے آپ وہ شعر سن لیجئے۔'' موٹے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''سنائیے صاحب۔'' حمید مردہ سی آواز میں بولا۔ ''حالانکہ ابھی آپ اسی حرکت کی بناء پر اپنے بھتیجے کا چالان کر چکے ہیں۔''

''لاحول ولا قوۃ.....!'' اس نے ہنس کر کہا۔ ''شاید میں بھی سنک گیا تھا۔ مگر میں آپ کے سوال کا مطلب نہیں سمجھا۔''

''نہیں صاحب آپ سنائیے شعر۔'' قاسم سنک گیا۔ ''بکنے دیجئے انہیں۔ میں کل سے آپ کا ہم کھیال ہوں یہ تو ابھی آئے ہیں۔''

موٹا ہنسنے لگا۔ حمید بھی مسکرا دیا پھر بولا۔ ''مطلب یہ تھا کہ ہم پر کسی قسم کی پابندیاں تو نہ ہوں گی۔''

''صرف اتنی کہ آپ آوارہ عورتوں کو یہاں نہ لاسکیں گے جن کی رام گڈھ میں بہتات ہے۔''

''ارے توبہ توبہ۔'' قاسم منہ پیٹنے لگا۔ ''یہ آپ قیا پھر مار رہے ہیں۔ لاحول بلاقوت۔''

''ایسی کوئی بات نہ ہوگی۔'' حمید نے کہا۔

''بس پھر گھر آپ کا ہے۔ جب تک جی چاہے رہئے۔''

''یہ آپ کے بھتیجے کہاں رہتے ہیں۔''

''ٹھینگے پر رہتے ہیں۔'' قاسم جھلا گیا۔ ''تم خواہ مخواہ مغز کیوں چاٹنے لگے۔''

غالباً اس کی ذہنی رو بہکنے لگی تھی۔ حمید نے اُسے گھور کر دیکھا اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگا۔

موٹا ہنس کر بولا۔ ''ہم دونوں کس قدر ہم خیال ہیں۔ مجھے بھی اس کا تذکرہ پسند نہیں۔''

''ارے اور کیا۔'' قاسم حمید کی طرف دیکھے بغیر بڑبڑایا۔ ''کھال کی بال نہیں بال کی کھال کھینچ کر بھس بھریں گے۔''

حمید کو خاموشی ہی میں عافیت نظر آئی کیونکہ قاسم بہکنے لگا تھا۔

''مگر میں آپ کو اس کے متعلق ضرور بتاؤں گا۔'' موٹے نے کہا۔ ''ہر ایک کو بتانا چاہتا ہوں وہ ایک انتہائی نالائق آدمی ہے۔ ناکارہ..... ویسے آج کل کہہ رہا ہے کہ میں نے ٹھیکیداری شروع کردی ہے۔ سڑکیں بنواتا ہوں۔ مطلب یہ کہ مجھے باور کرانا چاہتا ہے کہ اب وہ کام کا آدمی بن چکا ہے۔ شاعری ترک کر کے ٹھیکیداری شروع کردی ہے۔ کیا خیال ہے آپ کا۔''

''وہی جو آپ کا ہے۔''

''ہے نا۔'' موٹے نے خوش ہوکر کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ وہ اب بھی پرلے سرے کا گدھا ہے۔''

''مگر آپ کو یہ کیوں باور کرانا چاہتا ہے کہ اب وہ کام کا آدمی بن گیا ہے۔''

''اوہ..... نہیں سمجھے۔ مقصد یہ کہ یہاں گھس آرہ سکے۔''

''شاید آپ کو یہاں اس کی آمد و رفت پسند نہیں ہے۔''

''ٹھیک سمجھے! میں نہیں پسند کرتا کہ وہ یہاں آئے۔''

حمید نے وجہ نہیں پوچھی۔ فی الحال زیادہ پوچھ گچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے فرہاد سے متعلق پچھلی رات والی ملاقات کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ ویسے اسے ڈر تھا کہ کہیں قاسم ہی نہ شروع کردے۔ لیکن پتہ نہیں کیوں وہ بھی اس مسئلے پر خاموش تھا۔

یک بیک قریب ہی کہیں کوئی بھاری آواز والا کتا شور مچانے لگا اور ساتھ ہی آوازیں

آنے لگیں جیسے کوئی کسی کو پیٹ رہا ہو۔

''ہائے آ گئی شامت بیچارے کی۔'' موٹا کراہ کر اٹھا۔

''کیوں کیا بات ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''ارے بیگم صاحب کو جب بھی مجھ پر غصہ آتا ہے اسی بیچارے کی شامت آ جاتی ہے۔''

''کتا بلڈ ہاؤنڈ معلوم ہوتا ہے۔''

''کمال ہے۔'' موٹے نے حیرت سے کہا۔ ''آپ کو کیسے معلوم ہوا۔''

''میں کتوں کی آوازوں سے ان کی نسل کا اندازہ کر لیتا ہوں۔''

''واہ بڑی غضب کی صلاحیت ہے۔ ٹھہریئے میں واپس آ کر مزید تعریف کروں گا۔''

وہ دروازے سے نکل گیا۔

''یہ بیگم صاحب بھی گجب کی معلوم ہوتی ہیں۔'' قاسم نے کہا اور بھاڑ سا منہ پھیلا کر جماہی لی۔

''قاسم تم اپنی زبان بند ہی رکھو تو بہتر ہے۔'' حمید نے نرم لہجے میں کہا۔ ''ورنہ جاسوسی نہ کر سکو گے۔''

''اَمے جاؤ..... مجھے کرنے ہی کب دیتے ہو۔ خود ہی کئے جا رہے ہو۔ ٹھینگے پر ہو مجھے کیا پڑی ہے کہ اپنا مغز خراب کروں۔''

پھر یک بیک تین آوازیں سنائی دینے لگیں۔ کتا تو پہلے ہی سے چیخ رہا تھا موٹے کی آواز کے ساتھ ہی ایک تیز قسم کی نسوانی آواز بھی اس صوتی ہیجان میں حصہ لے رہی تھی۔

کتے کی موت

قاسم متحیرانہ انداز میں حمید کی طرف دیکھتا رہا۔ شور بڑھتا ہی گیا۔ آخر اس نے منہ چلا کر

ہونٹوں پر زبان پھیری اور بولا۔ ''اُسے واکئی بھوت ہی معلوم ہوتے ہیں۔''

''اُو مسٹر..... اُو ..... جناب..... اُو بھائی صاحب۔'' موٹے کی آواز قریب ہوتی گئی اور وہ دروازے میں داخل ہوتے وقت گرتے گرتے بچا۔ لیکن شائد اُسے اس کی بھی پرواہ نہیں تھی کہ اگر منہ کے بل گر گیا تو کیا حشر ہوگا۔ بدحواسی کے عالم میں وہ ہاتھ پھیلا کر بولا۔ ''ذرا چلئے..... دیکھئے تو ٹائیگر کو کیا ہوا..... خدا کے لئے..... ارے پتہ نہیں کیا ہوگیا ہے۔''

حمید نے غور کیا تو اب کتے کی آواز بھی نہ سنائی دی۔

''چلئے.....!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

وہ انہیں کمپاؤنڈ کے گوشے میں لایا۔ جہاں ایک دم توڑتا ہوا کتا زمین پر پڑا بار بار منہ پھیلا رہا تھا۔ منہ خون آلود تھا اور قریب ہی زمین پر بھی خون پھیلا ہوا نظر آیا۔

''ارے..... یہ تو ختم ہو رہا ہے۔'' حمید نے نیچے جھک کر دیکھتے ہوئے کہا۔

خون میں لختے بھی شامل تھے۔

''ہائیں..... ختم ہو رہا ہے۔ ارے ظالم نے پتہ نہیں کہاں مار دیا۔'' موٹا رو دینے والی آواز میں بولا۔

کتا قد آور اور کافی تندرست تھا۔ یک بیک حمید نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ یہ خون..... کسی خارجی ضرب کا نتیجہ تو نہیں ہوسکتا۔ اس نے سوچا۔ اسے یقینی طور پر زہر دیا گیا ہے۔ لیکن اس نے اپنا خیال ظاہر نہیں کیا۔

اتنی دیر میں کتا دم توڑ چکا تھا۔

''اپھسوس۔'' قاسم پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔

موٹا اس طرح نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کھڑا تھا جیسے آنسو پینے کی کوشش کر رہا ہو۔ پلکیں جھکی پڑ رہی تھیں اور بھنویں تن رہی تھیں۔

دفعتاً وہ خاموشی سے مڑا اور عمارت کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہ وہیں کھڑے اُسے جاتے دیکھتے رہے۔

''اَے.....قِس چکر میں پڑ گئے۔'' قاسم بڑبڑایا۔

حمید کچھ نہ بولا اور پھر کتے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ قاسم اُسے بھی حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

''کیا پاگل ہو گئے ہو حمید بھائی۔'' اس نے کہا۔

''کیوں کیا ہوا.....؟''

''ارے اس سالے میں اتنی دلچسپی لے رہے ہو'' وہ کتے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ''جیسے تمہارا کوئی رشتے دار ہو۔ چلو بڑھو یہاں سے۔ اَے کھسکو بھی۔ میرا جی گھبرا رہا ہے۔''

اس نے اسے وہاں سے دھکیل لے جانے کی کوشش کی۔

اچانک عمارت کی طرف سے پھر اُسی قسم کا شور اُبھرا جیسا وہ کچھ دیر پہلے سن چکے تھے۔ لیکن اس بار اُس میں کتے کی آواز شامل نہیں تھی۔

''اَے میں تو یہاں نہیں رہوں گا۔ ٹھینگے پر ہے سالا مکان وکان! گھر پر اپنی بیگم صاحب کو دیکھ دیکھ کر جلو.....اور باہر دوسرے کی بیگم صاحب۔ مُکدر ہی خراب ہے میرا۔ اے الا میاں اب تو اٹھا ہی لیتے۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو'' حمید نے کہا۔ ''تم جاسوس ہو۔''

''اے تو یہاں قون سی جاسوسی دھری ہوئی ہے۔'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

''آہستہ بولو..... یہاں جاسوسی کے لئے خاصا مواد موجود ہے۔''

''مواد کیا خون بھی موجود ہے۔ پھوڑا پھنسی سبھی کچھ موجود ہو جائے گا..... میں قہتا ہوں پاگل ہو جاؤ گے تم۔ جہاں کچھ نہ ہو وہاں بھی جاسوسی کھودنے بیٹھ جاتے ہو۔''

''یہ تو سوچو وہ عورت کتنی تگڑی ہو گی جس نے اس جغادری کتے کو اس طرح مار ڈالا۔''

''تگڑی۔'' قاسم ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ ''ہاں یار تگڑی تو جرور ہو گی۔ اَے قہیں وہی نہ ہو۔''

''کون.....؟''

''کل دو تھیں..... ایک بالکل باریک مہین اور میاؤں میاؤں کرنے والی۔ دوسری لمبی ترنگی

کڑکدار آواز والی۔ اب پتہ نہیں اُن میں سے قون تھی بیغم.....!''

''دونوں بوڑھی تھیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''اُمے جاؤ..... بوڑھی ہوتیں تو تم آتے یہاں۔ اب اتنا اُلو نہ سمجھو مجھے۔''

''میں پوچھ رہا ہوں تم سے۔''

''ایسی فضول بات مت پوچھو۔''

شور اب بھی سنائی دے رہا تھا۔ حمید نے عمارت کی طرف قدم بڑھائے۔

ٹھیک اسی وقت ایک عورت اندر سے نکلی۔ برآمدے کی سیڑھیوں تک دوڑتی چلی آئی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نے اُسے دوڑایا ہو..... لیکن اس کے پیچھے اور کوئی نظر نہ آیا۔ شور اب بھی جاری تھا۔ حمید نے تیزی سے قدم بڑھائے۔

وہ سیڑھیوں ہی پر ٹھٹک گئی تھی۔ قریب پہنچ کر حمید کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ یہ ایک دُبلی پتلی اور بے حد حسین لڑکی تھی۔ عمر اٹھارہ انیس سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ خوابناک سی بڑی بڑی آنکھیں تھیں، جو غالباً خوف ہی کی وجہ سے کسی قدر وحشت زدہ نظر آ رہی تھیں۔

''میں نیا کرایہ دار ہوں محترمہ۔'' حمید احتراماً جھکا۔

''اُوہ.....!'' وہ چونک پڑی۔ ''کچھ کیجئے خدا کے لئے کچھ کیجئے۔''

''فرمایئے۔''

''ڈیڈی..... آیئے.....!'' وہ مضطربانہ انداز میں دروازے کی طرف مڑی۔

حمید نے جیسے ہی دروازے میں قدم رکھا آوازیں صاف سنائی دینے لگیں۔ غالباً موٹا چیخ رہا تھا۔ ''مار ڈالو..... مجھے بھی مار ڈالو..... مار ڈالو۔''

نسوانی آواز کے متعلق اندازہ کرنا اب بھی مشکل تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

مگر وہ منظر بڑا مضحکہ خیز تھا۔ موٹا زمین پر لوٹیں لگاتا ہوا چیخ رہا تھا اور ایک کیم شیم عورت قریب ہی کھڑی چنگھاڑ رہی تھی۔ حمید کو دیکھ کر وہ یک بیک خاموش ہوگئی لیکن موٹا اسی طرح لوٹیں لگاتا ہوا چیختا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی قسم کا دورہ پڑ گیا ہو۔ اس کی آنکھیں بھی بند تھیں۔

''آپ نے اندر آنے کی جرأت کیسے کی۔'' وہ یک بیک دہاڑی۔

''میں خود سے نہیں آیا محترمہ۔'' حمید نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''آپ لائی ہیں۔''

موٹے نے خاموش ہو کر آنکھیں کھول دیں اور چپ پڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔

''تم لائی ہو۔'' عورت لڑکی کو قہر آلود نظروں سے دیکھتی ہوئی غرائی۔

''ہاں..... میں لائی ہوں۔'' لڑکی بھی حلق پھاڑ کر چلائی۔

''ارے شامت آئی ہے چھپکلی اپنا لہجہ ٹھیک کر۔'' عورت پھر غرائی۔

''آج تم مجھے بھی مار ڈالو۔'' لڑکی اسی انداز میں چیخی۔

پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے عورت کو بھی سکتہ ہو گیا ہو۔ وہ چند لمحے خاموش کھڑی رہی اور پھر تیزی سے ایک دروازے میں مڑ گئی۔

''اٹھایئے..... خدا کے لئے ڈیڈی کو اٹھایئے۔'' لڑکی گڑگڑائی۔

''شاید میں ناکام رہوں۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''ٹھہریئے..... میں اپنے ساتھی کو بلاتا ہوں۔''

وہ باہر آیا۔ قاسم کمپاؤنڈ کے وسط میں کھڑا صدر دروازے کی طرف ایک ٹک دیکھے جا رہا تھا۔ حمید نے اشارے سے اُسے بلایا۔ لیکن اُس نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔

آخر اُسے خود ہی اُس کے پاس پہنچنا پڑا۔ قاسم یک بیک آنکھیں نکال کر بولا۔

''ہاں ہاں..... گھس جاؤ..... قرو اندر جا کر جاسوسی۔ سالے میں پہلے ہی جانتا تھا۔''

''ارے اب تمہیں کیا ہو گیا۔ میں تمہیں بلانے آیا ہوں۔''

''نہیں کھد ہی مجے کرو۔'' قاسم نے بُرا سا منہ بنا کر خشک لہجے میں کہا۔

بدقت تمام وہ اس روٹھے ہوئے ہاتھی کو منا سکا ورنہ امید نہیں تھی کہ اُن ''فیل مغزوں'' سے جلد ہی نجات مل سکتی۔

اندر آ کر قاسم بھی بوکھلا گیا کیونکہ موٹا اب بھی چت ہی پڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

''ارے..... یہ قیا ہوا انہیں۔'' اُس نے کہا۔

''ٹھیک ہیں..... ٹھیک ہیں۔'' لڑکی بولی۔ ''آپ براہِ کرم انہیں اٹھایئے۔ یہ خود سے نہ اٹھ سکیں گے۔ ملازم نہ جانے کہاں چلے گئے۔''

قاسم نے اسے اٹھایا اور وہ کسی بت ہی کی طرح اکڑا ہوا اٹھتا چلا آیا۔ لیکن ہوش ہی میں تھا۔

''مجھے وہیں لے چلئے..... وہیں۔'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

پتہ نہیں اس ''وہیں'' سے مراد وہ کمرہ تھا جہاں وہ کچھ دیر قبل بیٹھے رہے تھے یا وہ جگہ جہاں کتے کی لاش پڑی تھی۔

بہرحال وہ اُسے سہارا دے کر برآمدے تک لائے اور وہ اسلحہ جات والے کمرے کی طرف مڑ گیا۔

کچھ دیر بعد ایک آرام کرسی میں ڈھیر ہو کر گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ حمید اور قاسم خاموش تھے۔

حمید اس لحیم شحیم عورت کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اُس کی عمر تیس سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ اگر وہی موٹے کی بیگم تھی تو کم از کم اس لڑکی کی ماں تو ہرگز نہیں ہوسکتی جو اپنے ڈیڈی کی مدد کے لئے اسے اندر لے گئی تھی۔ پھر؟ وہ دوسری ہی بیوی ہوسکتی تھی۔

اُس نے موٹے کی طرف دیکھا جو اب بھی آنکھیں بند کئے پڑا تھا۔

''مجھے بے حد افسوس ہے کہ اتنا اچھا کتا مر گیا۔'' اس نے کہا۔

موٹے نے آنکھیں کھول دیں اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''میں تو مر ہی جانا چاہتا ہوں۔''

''کب سے تھا آپ کے پاس۔''

''پچھلے ماہ خریدا تھا۔ رکھوالی کا کتا تھا۔ دن بھر بندھا رہتا تھا اور رات کو کھول دیا جاتا تھا۔ اوہ..... اس عورت کو بھی مجھ پر غصہ آتا تھا اسی بیچارے پر اتار دیتی تھی۔ میرے خدا..... میرے خدا..... میں کیا کروں۔''

''چچ..... چچ.....!'' قاسم نے ٹھنڈی سانس لی۔

''خدا کے غضب سے نہیں ڈرتی۔'' موٹا کراہا۔''ہائے خون کی قے کر کے مرا ہے..... ہائے۔''

''ڈنڈے سے مارا تھا۔'' قاسم نے پوچھا۔

''جی ہاں.....ارے مجھے ہی مار ڈالتی اگر مجھ پر غصہ آیا تھا۔ ہائے وہ بے زبان۔''

پھر وہ قدموں کی آہٹ پر چونک پڑے اور دوسرے ہی لمحے میں موٹے کی بیگم داخل ہوئی۔

''اگر وہ ایسے نہ مرتا تو میں کسی دن اُسے زہر دے دیتی۔'' اس نے تیز لہجے میں کہا۔ قاسم بوکھلا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

حمید کو بھی اٹھنا ہی پڑا۔ لیکن موٹا بدستور پڑا رہا اور اس نے آنکھیں بھی بند کر لیں۔

''تشریف رکھئے۔'' عورت گرجی۔''مجھے کتوں سے نفرت ہے۔ اپنے گھر میں اس قسم کی گندگی برداشت نہیں کر سکتی۔''

''جی ہاں.....جی ہاں۔'' قاسم سر ہلا کر بولا۔

''جی.....!'' موٹا اس کی طرف دیکھ کر غرایا اور قاسم بوکھلا کر بولا۔''جی نہیں.....جی نہیں۔ مم.....مطلب یہ کہ جی ہاں۔''

''ہم نئے کرایہ دار ہیں محترمہ۔'' حمید نے بڑے ادب سے کہا۔

''مجھے افسوس ہے کہ آپ کو بھی تکلیف اٹھانی پڑی۔'' عورت کا لہجہ غیر متوقع طور پر نرم تھا۔''ایک ذرا سا گھریلو جھگڑا اتنا بڑھ گیا۔''

''ارے یہ ذرا سا جھگڑا تھا۔'' موٹا چیخا۔''پہلے میرے کانوں میں شاعری کی منحوس آواز پڑی اور پھر میرا کتا مار ڈالا گیا۔ غضب خدا کا۔''

''اگر کوئی دوسرا آیا تو وہ بھی مار ڈالا جائے گا۔'' عورت نے اس کی طرف دیکھے بغیر سنجیدگی سے کہا۔

''میں اپنا گلا گھونٹ لوں گا۔'' موٹا دہاڑا۔

عورت نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور باہر نکل گئی۔ پھر برآمدے میں دور تک ہٹتی چلی گئی لیکن اس طرح کہ حمید کا سامنا ہی رہے۔ وہاں رُک کر اس نے حمید کو اشارے سے

بلایا۔ قاسم نے آنکھیں نکالیں اور حمید اٹھتا ہوا موٹے سے بولا۔ ''میں ابھی حاضر ہوا۔''

موٹے نے پھر آنکھیں بند کر لی تھیں، جو بند ہی رہیں۔

قاسم نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ وہ اس وقت بڑا مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔

جیسے ہی حمید باہر نکلا وہ اُسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے دوسری طرف مڑ گئی۔ حمید اس کے پیچھے چلتا رہا۔

وہ اُسے ایک کمرے میں لائی۔

''تشریف رکھئے۔'' اس کے چہرے پر ایسی دلآویز مسکراہٹ تھی جیسے اس نے صبح سے اب تک سارا وقت بڑے خوشگوار ماحول میں گذارا ہو۔

پھر اُس نے کسی ''بے بی'' کو آواز دی اور حمید سے کہنے لگی ''خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بن گیا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ کم بخت مر ہی جائے گا۔''

''معاف کیجئے گا محترمہ۔ ہم صرف کرایہ دار ہیں آپ کے۔ بھلا ہمیں آپ کے نجی جھگڑوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ویسے کتا تھا شاندار۔''

''مجھے نفرت ہے کتوں سے.....اوہ.....آؤ بے بی.....ادھر آؤ.....بیٹھ جاؤ۔ تم بھی خواہ مخواہ پاگل ہو گئی تھیں۔''

حمید کو وہی لڑکی نظر آئی جو اُسے اندر لے گئی تھی۔ اُس کے چہرے پر گہری اداسی کے بادل تھے۔ آنکھیں مغموم تھیں۔

وہ خاموشی سے ایک کرسی کے ہتھے پر ٹک گئی اور پھر بولی۔ ''میں کیا کرتی۔ کیا آپ اٹھا سکتیں ڈیڈی کو.....اُن کی وہ حالت مجھ سے نہیں دیکھی گئی تھی۔ مجھے خود بھی شرمندگی ہے کہ ایک اجنبی نے ہمیں اس مضحکہ خیز پچویشن میں دیکھا۔''

''مجھے اپنی موجودگی پر ندامت ہے۔'' حمید بولا۔

''آپ سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔'' وہ حمید کی طرف مڑی۔ ''پچھلی رات آپ نے ارشاد کو واپس کر دیا تھا۔''

''ارشاد.....کون ارشاد۔''

''کوئی صاحب! جنہوں نے آپ کو اس کرایہ داری سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔''

''مگر اُن کا نام تو کسی نے فرہاد بتایا تھا۔''

''ارے.....وہ۔'' عورت ہنس پڑی۔''شاعری ترک کر کے ٹھیکیداری کرنے لگا ہے نا۔ اسی لئے اُس کے دوست اُسے فرہاد ۵۹ء کہتے ہیں۔''

''تو آپ بھی یہی کہنا چاہتی ہیں کہ ہم یہاں اس لئے نہ رہیں کہ مکان کا وہ حصہ آسیب زدہ ہے۔''

''جی ہاں.....اگر آپ کو کوئی نقصان پہنچا تو ہم بھی دشواریوں میں پڑ سکتے ہیں۔''

''مگر تفضّل صاحب نے ہمیں ایسی کوئی بات نہیں بتائی تھی۔''

''کیا آپ انہیں اب بھی نہیں سمجھ سکے۔''

''خدا کی پناہ.....کیا آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ وہ ذہنی فتور میں مبتلا ہیں۔''

''اس حد تک تو نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن وہ جھکی ضرور ہیں۔ حالانکہ ایک بار ایک کرایہ دار مصیبتوں کا شکار ہو چکا ہے اس کے باوجود اُسے واہمہ قرار دیتے ہیں۔''

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔''اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ آپ نے مجھے اُس مکان کے متعلق کچھ بتایا ہے تو۔''

''ایک بار پھر گھر کی فضا خراب ہو سکتی ہے۔'' عورت مسکرائی۔ حمید نے لڑکی کی طرف دیکھا لیکن وہ اس مسئلے سے قطعی بے تعلق نظر آرہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی دوسری سوچ میں ہو۔ آنکھیں اب بھی مغموم تھیں۔

''دیکھئے۔'' حمید بولا۔''مجھے بھوتوں سے بڑی دلچسپی ہے۔ اُن کی بہتیری کہانیاں سنی ہیں۔ لیکن ذاتی طور پر آج تک کوئی تجربہ نہیں ہوا۔ اس سے پہلے بھی اکثر ہی ایسی عمارتوں میں رہ چکا ہوں.....جو آسیب زدہ مشہور تھیں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر مجھے کبھی کوئی بھوت کیوں نہ دکھائی دیا۔''

''میں نے آپ کو آگاہ کر دیا۔ ماننا نہ ماننا آپ کے اختیار میں ہے۔ بھوتوں کا موضوع میرے لئے اتنا دلچسپ نہیں ہے کہ میں اس پر بحث کر سکوں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ چاہتا تھا کہ اب جلد از جلد عمارت کے اس حصے میں پہنچ جائے جہاں انہیں قیام کرنا تھا۔

''یہ دوسرے حضرت عقل سے بالکل ہی خالی معلوم ہوتے ہیں۔'' عورت نے کہا۔

''کیوں.....؟''

''کل اُن کے کوٹ کے کالر پر بھی ''عوامی زچہ خانہ'' کا بیج نظر آیا تھا۔''

''یہ ہے کیا بلا۔''

''ایک خیراتی ادارہ..... بھلا آپ ہی بتایئے..... تفضل صاحب اس کیلئے چندہ اکٹھا کرتے پھرے تھے اسی سے اندازہ لگا لیجئے کہ وہ کتنے جھکی ہیں۔ مجھے تو سوچ کر ہی شرم آ رہی ہے۔''

اس نے خاموش ہو کر لڑکی کی جانب دیکھا مگر وہ دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر دفعتاً چونک کر بولی۔

''قدیر ماموں۔'' وہ دروازے سے باہر دیکھ رہی تھی۔

''قدیر ہیں۔'' عورت نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''اچھی بات ہے جناب۔ جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ چکی۔ اب آپ جائیں۔''

اس جملے کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ اب وہاں حمید کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔

وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ سامنے ہی ایک آدمی برآمدے کی سیڑھیاں طے کر کے اوپر آ رہا تھا۔ چوڑے شانوں اور بھاری جبڑوں والا یہ آدمی پہلی ہی نظر میں حمید کو کچھ اچھا نہ لگا۔ اس نے اس پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی تھی اور پھر شائد تفضل کی بیگم ہی کو مخاطب کیا تھا۔ حمید ان کی طرف دھیان دیئے بغیر آگے بڑھ گیا۔

ابھی وہ اسلحہ والے کمرے تک نہیں پہنچا تھا کہ کمپاؤنڈ سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آئیں اور اُسے رک جانا پڑا۔ وہی ملازمین دوڑتے ہوئے ادھر آ رہے تھے جنہوں نے

ان کا سامان ٹیکسی سے اتارا تھا۔

''بھوت.....!'' اُن میں سے ایک حلق پھاڑ کر دہاڑا اور لڑکھڑا کر ڈھیر ہو گیا۔

دوسرا بھی جو اس کے پیچھے تھا اور پوری قوت سے دوڑ رہا تھا۔ اس غیر متوقع رکاوٹ کی بناء پر اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا.....وہ اُس پر گرا تھا۔

پہلا ملازم اب اس انداز میں خاموش ہو گیا تھا جیسے گھگھی بندھ گئی ہو۔

بھوتوں کے شکاری

پھر سب ہی باہر نکل آئے۔ تفضل کی آنکھوں سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے سوتے سے اٹھا ہو۔ حقیقت بھی یہی تھی۔ قاسم نے بعد میں بتایا کہ وہ حمید کے جانے کے بعد گہری نیند سو گیا تھا۔ کرسی ہی میں پڑے پڑے خراٹے لیتا رہا تھا۔

نوکروں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر ہوشمندوں کی طرح گفتگو کرنے پر آمادہ کیا جا سکا۔

''صاحب!'' ایک بولا۔ ''جیسے ہی میں نے بستر رکھنے کے لئے بیڈ روم کھولا دھوئیں کا بھپکا باہر نکلا.....دھواں بھرا ہوا تھا اندر۔''

''ابے کیوں جھوٹ بولتا ہے۔'' تفضل نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

''ارے سرکار.....دیکھ لیجئے چل کر۔''

''دروازہ کھول آئے ہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''جی سرکار.....!''

''تو پھر اب وہاں دھواں رکھا ہوگا۔''

وہ کچھ نہ بولا۔ دونوں بُری طرح ہانپ رہے تھے۔ مسز تفضل نے حمید کی طرف دیکھا۔

''آخر اُسے کھولا ہی کیوں جاتا ہے۔'' بھاری جبڑے والے نے کہا۔ تفضل نے اُسے

گھور کر دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں۔ اُس کی بیوی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''کرائے پر دیا گیا ہے آپ حضرات کرایہ دار ہیں۔''

''ارے.....اوہ..... یہ کیا غلطی۔''

''قدیر صاحب۔'' موٹے نے آنکھیں نکالیں۔ ''براہِ کرم میرے معاملات میں دخل انداز ہونے کی کوشش نہ کیجئے۔''

''لاحول ولاقوۃ..... میں نے تو۔''

''نہیں کچھ نہیں..... میں دیکھوں گا کہ وہ کیسے بھوت ہیں۔''

''کیوں جناب۔'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''ارے سب بکواس ہے۔ آیئے میرے ساتھ۔''

''قدیر تمہیں کیا پڑی تھی۔ کیوں بولے تھے۔'' بیگم نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

موٹا آگے بڑھ گیا۔ دفعتاً بے بی نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''نہیں ڈیڈی..... خدا کے لئے وہاں نہ جایئے۔''

''کیا حماقت ہے۔ کیا تم سب مجھے ان دونوں شریف آدمیوں کے سامنے ذلیل کرنا چاہتے ہو۔''

اس نے جھٹکے سے ہاتھ چھڑایا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ حمید اور قاسم پیچھے تھے۔

قاسم ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

وہ عمارت کے آسیب زدہ حصے میں آئے۔ لیکن بناوٹ کے اعتبار سے اسے اس عمارت کا حصہ تو نہیں قرار دیا جاسکتا تھا۔ یہ پرانے طرز کی عمارت تھی اور اس کی تعمیر بھی دوسری عمارت سے پہلے ہی ہوئی ہوگی۔

حمید نے رک کر کہا۔ ''میں نے تو سنا تھا کہ یہ آپکی رہائشی عمارت ہی کا ایک حصہ ہے۔''

''جی نہیں! غلط سنا آپ نے۔ یہ ہمارا آبائی مکان ہے۔ برابر والی عمارت میں نے تعمیر کرائی تھی۔ یہ میرے والد صاحب نے بنوائی تھی۔ بنوائی کیا تھی۔ مرمت کرائی تھی۔ ورنہ عمارت

تو دادا جان کے وقتوں کی ہے۔"

وہ آگے بڑھے اور اس کمرے کے قریب پہنچے جس کا حوالہ نوکروں نے دیا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا نظر آیا۔

"ارے..... باپ رے۔" قاسم بوکھلاہٹ میں پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

کمرے کے فرش پر تازہ تازہ خون پھیلا ہوا تھا۔ تفضّل نے حمید کی طرف دیکھ کر پلکیں جھپکائیں اور تھوک نگل کر رہ گیا۔

"اَمے واکئی بھوت۔" قاسم نے سسکاری سی لی۔

"اور یہ تو سوچو کہ میں بھوتوں کے لئے کتنے دنوں سے تڑپ رہا ہوں۔" حمید مسکرایا۔

"جی.....!" تفضّل نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"جی ہاں۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ ایک ایسی عمارت بالآخر مل ہی گئی جس میں بھوت رہتے ہیں۔"

"چلئے ٹھیک ہے۔" تفضّل نے طویل سانس لے کر کہا۔ "مگر میں اس منگل شاہ کے بچے سے سمجھ لوں گا جس نے پانچ سو روپے کے خرچے پر یہاں بھوتوں کو نکالا تھا۔"

"فکر نہ کیجئے۔ پہلے نہیں نکلے تھے تو اب نکل جائیں گے۔"

"جی نہیں..... جی نہیں۔ اب میں آپ کو یہاں نہیں رہنے دوں گا۔ میں اسی غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ منگل شاہ کا عمل کامیاب رہا ہوگا۔"

"میں اپنی ذمہ داری پر رہوں گا۔"

"آپ اُدھر ہی چل کر رہئے..... یہاں نہیں۔"

"خیر اس کے متعلق پھر سوچیں گے۔ مجھے اُس کتے کی موت کا بے حد قلق ہے۔ آیئے کہیں بیٹھیں۔"

"یہاں.....!"

"جی ہاں..... یہیں! ڈریئے مت۔ میرے پاس بھوتوں سے بچاؤ کے لئے بہت تگڑا

تعویز ہے۔ مگر وہ شائد بلڈ ہاؤنڈ .....اُف فوہ.....بار بار اس کی تصویر آنکھوں میں پھرتی ہے۔''

''بس کیا بتاؤں۔ بڑی دردناک موت ہوئی ہے۔ خدا اس عورت پر رحم کرے۔'' موٹا بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور حمید نے قاسم سے کہا۔''بڑے بھائی تم ذرا دروازے پر ٹھہرو۔ اگر کوئی بھوت اندر داخل ہونے کی کوشش کرے تو اٹھا کر باہر پھینک دینا۔''

''جرور..... جرور.....!'' قاسم دونوں آنکھیں مار کر مسکرایا اور صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ کمرے میں آئے۔ یہ نشست ہی کا کمرہ ہوسکتا تھا۔ یہاں معمولی قسم کا فرنیچر نظر آیا۔

''ہاں..... تفضل صاحب کتنے دنوں سے تھا یہ کتا آپ کے پاس۔'' حمید نے پوچھا۔

''ایک ماہ سے۔''

''اور بیگم صاحبہ غالباً کتوں سے نفرت کرتی ہیں۔ اسی لئے پہلے آپ کے یہاں کوئی کتا نہ رہا ہوگا۔''

''جی ہاں..... پہلے کبھی نہیں تھا۔''

''اسے کیوں رکھا تھا آپ نے جب معلوم تھا کہ بیگم صاحبہ اتنی جابر ہیں۔''

''ارے بس کیا بتاؤں۔ میرا خیال ہے کہ کوئی میرے یہاں لمبی چوری کی تاک میں ہے۔ چوکیدار تو رہتا ہے لیکن اگر کئی آدمی ہوئے تو وہ اکیلا ان کا کیا بگاڑ لے گا۔''

''چوری کا خیال کیسے پیدا ہوا تھا۔''

''ایک رات کچھ آدمی کمپاؤنڈ کی دیوار پر نظر آئے تھے۔ اتفاقاً میری آنکھ کھل گئی تھی۔ چوکیدار نے بھی انہیں نہیں دیکھا تھا۔ میں نے للکارا تو بھاگ نکلے۔''

''اس کے باوجود بھی بیگم صاحبہ نے کتا رکھنے کی مخالفت کی تھی۔ مجھے حیرت ہے۔''

''وہ فرماتی ہیں دس آدمی رکھ لو مگر ایک کتا نہ رکھو۔ میں کہتا ہوں ایک کتا دس آدمیوں سے زیادہ چالاک ہوتا ہے۔ مگر اس عورت کو کون سمجھائے۔ جب بھی مجھ پر غصہ آتا تھا۔ اُسی بیچارے کو پیٹ کر رکھ دیتی تھی اور وہ بھی اس کا دشمن ہی ہوگیا تھا۔ اگر ایک بار بھی پا جاتا تو

چیتھڑے ہی اڑا کر رکھ دیتا۔ اسی ڈر سے وہ کبھی رات کو باہر نہیں نکلتی تھی۔"

"تب تو مار ڈالنا ہی ضروری ہوا۔"

"ارے تو خواہ مخواہ دشمن بنایا تھا اپنا..... بندھا ہوتا تھا مار لیتی تھی۔ کھلا تو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی ہمت نہ پڑے۔"

"بہر حال مجھے اس کی موت پر بے حد افسوس ہے۔" حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"دوسری شادی نہ کرنی چاہئے۔"

"یہی تو حماقت ہوئی ہے مجھ سے۔" وہ ران پر ہاتھ مار کر بولا اور اس طرح حمید نے تصدیق کر لی کہ وہ "بے بی" کی ماں نہیں ہے لیکن بے بی سے برتاؤ بُرا نہیں معلوم ہوتا۔ مگر یہ قدیر صاحب۔

"قدیر صاحب خواہ مخواہ آپ کو غصہ دلا رہے تھے۔" حمید نے کہا۔

"مجھے سخت نفرت ہے اس آدمی سے..... اس سے ہی نہیں بیگم کے سارے کزنوں سے۔ خدا اسگا بھائی دے یا نہ دے لیکن کزنوں سے بہر حال محفوظ ہی رکھے۔"

"تعداد زیادہ ہے کیا۔"

"میں آج تک انگلیوں پر تو نہیں گن سکا۔ اوہ معاف کیجئے گا میں نجی باتوں میں الجھ گیا۔ یہ تو میرا مقدر ہے الجھوں گا۔"

"ہاں خیر..... لیکن مجھے آپ سے ہمدردی ہے تفضل صاحب۔"

"میں بھی آپ کی شرافت کا لوہا مانتا ہوں۔ آپ کی جگہ اور کوئی ہوتا تو یہی سمجھتا کہ میں نے اس کے ساتھ فراڈ کیا ہے۔ لیکن یقین کیجئے کہ منگل شاہ نے قسم کھا کر کہا تھا۔"

"پرواہ مت کیجئے۔ میں اس مکان کو بھوتوں سے پاک کر دوں گا۔"

"اچھا تو اٹھئے یہاں سے۔"

"کہاں چلوں۔"

"میں آپ لوگوں کو اپنے کمرے میں رکھوں گا۔ جب تک دل چاہے رہئے۔"

''پھر فائدہ ہی کیا ہوا۔نہیں ہم یہیں رہیں گے۔''

''ضد نہ کیجئے۔''

''میں کہتا ہوں آپ قطعی فکر نہ کیجئے ورنہ بھوت میری لنگوٹی ہی کو غنیمت جانیں گے۔''

''بھاگتے بھوت کی لنگوٹی ..... ہاہاہاہا۔'' موٹا ہنس پڑا۔ ''واہ کیا بات پیدا کی ہے۔''

''تو گذارش یہ ہے کہ ہم ہر حال میں یہیں ٹھہریں گے۔''

''دیکھئے..... یہ ناممکن ہے اور میں اسے پسند نہیں کروں گا کہ آپ اس مسئلے پر میرے ہم خیال نہ ہوں۔''

''کچھ بھی ہو۔ میں تو یہیں رہوں گا۔''

''جواب نہیں ہے آپ کا۔''

''آپ بھی تو لاجواب ہیں تفضّل صاحب۔ تیس من کا بجو پکڑا تھا آپ نے..... اگر وہ خدانخواستہ ٹانگ ماردیتا تو کیا حشر ہوتا آپ کا۔''

''اُوہ..... میں ایسے خطرات کی پرواہ نہیں کرتا۔'' موٹے نے فخریہ لہجے میں کہا۔

''اسی طرح بھوت پکڑنا میری ہوبی ہے۔''

''بھوت سامنے نہیں آتے۔''

''اسی لئے میری ہوبی..... آپ کی ہوبی سے زیادہ خطرناک اور دلچسپ ہے۔''

''آپ عجیب آدمی ہیں۔''

''عجیب ترین کہئے مسٹر۔'' حمید بھی فخریہ انداز میں بولا۔ ''اب تک ساڑھے ستائیس بھوت پکڑ چکا ہوں۔''

''ساڑھے۔''

''ہاں..... ایک بھوت کا بچہ تھا۔ خیر ہاں تو ہم ہر حال میں یہیں قیام کریں گے۔ بس یہ سمجھئے کہ اسی وقت سے جم گئے ہیں۔''

''ناسمجھی نہ کیجئے۔''

''آپ بالکل مطمئن رہیے۔ اگر کہیے تو ایک تحریر بھی دے دوں آپ کو.... کہ اگر میں مر جاؤں تو اس کی ذمہ داری کسی دوسرے پر عائد نہ کی جائے۔ میں نے دیدہ و دانستہ اس عمارت میں قیام کیا ہے۔ بس اب ختم کیجئے۔ میں ذرا فرش دھو ڈالوں بیڈ روم کا۔ آپ کے ملازم تو اب یہاں قدم بھی نہ رکھیں گے۔''

''خدا آپ پر رحم کرے۔'' موٹا اٹھتا ہوا بولا۔

اُس کے چلے جانے پر قاسم دروازہ بند کر کے واپس آ گیا۔

''یہ بتاؤ بیٹا۔ وہ کبڈی خانم تمہیں قہاں لے گئی تھی۔'' اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''تمہارے متعلق پوچھ رہی تھیں۔ کہنے لگیں کہ میں نے اتنا گرانڈیل محبوب آج تک نہیں دیکھا۔''

''ابے نہیں..... ااقسم..... ہی ہی ہی ہی..... سالے جھوٹ۔''

''یقین کرو۔ اتنی دیر تک صرف تمہارے ہی متعلق گفتگو کرتی رہی تھی۔ کہنے لگی۔ ہائے رستم کی طرح چلتا ہے..... سہراب کی طرح باتیں کرتا ہے اور ڈمباسٹر کی طرح.....!''

''ڈمباسٹر کیا۔''

''جرمنی کا نامی پہلوان تھا۔''

''اور قیا پوچھا تھا۔'' قاسم ریشہ خطمی ہوا جا رہا تھا۔

''بہت کچھ! اب شائد تم سے براہ راست ہی گفتگو کرے۔ لیکن اس کا خیال رکھنا کہ تم جاسوس ہو۔ سمجھے..... ہماری اصلیت نہ ظاہر ہونے پائے۔''

''بلقل جاسوس ہوں۔'' قاسم اکڑ کر بولا۔ ''موٹے کا پتہ میں نے ہی لگایا تھا۔''

حمید نے پوری عمارت کا جائزہ لیا۔ اس میں کل پانچ کمرے تھے۔ سامنے بڑا سا دالان تھا اور ایک کافی کشادہ صحن بھی۔

بظاہر وہاں کچھ بھی غیر معمولی نہ تھا۔ لیکن وہ خون اور دھواں۔

قاسم کو پانی کی کئی بالٹیاں کمرے کے فرش پر ڈھلکانی پڑی تھیں اور اس نے پہلے تو

بھوتوں کو گالیاں دی تھیں اور پھر حمید سے الجھ پڑا تھا۔

''اَمے ٹھینگے پر ہے تمہاری جاسوسی واسوسی۔ بھنگی بھی بننا پڑتا ہے۔ قیوں؟''

''صبر سے کام لو۔ اکثر بھیک بھی مانگنی پڑتی ہے۔''

''اچھا..... جی..... اب مجھ سے بھیک بھی منگواؤ گے۔'' وہ بالٹی ایک طرف پھینکتا ہوا غرایا۔ ''میرا باپ بھی سالا نہیں منگوا سکتا۔ جرا کوشش کر کے تو دیکھو۔''

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی۔ حمید نے قاسم کو فارم میں آ جانے کو کہا اور خود صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

تفضّل کے گھر کے سارے افراد انہیں سمجھانے آئے تھے۔ بیگم نے یہاں تک کہہ دیا کہ وہ ان کے لئے اپنا ذاتی کمرہ بھی خالی کر سکتی ہے۔ لیکن وہ اس آسیب زدہ مکان میں قیام نہ کریں۔ لڑکی نے روہانسی ہو کر کہا تھا کہ وہ دونوں اُن کے لئے بھی کسی بڑی پریشانی کا باعث بن جائیں گے۔ تفضّل تو خیر پہلے ہی زور دیتا رہا تھا کہ وہ وہاں رات بسر نہ کریں۔

بیگم کا کزن قدیر بالآخر جھلا ہی گیا۔

''آپ کو یہاں سے ہٹنا ہی پڑے گا جناب۔'' اس نے کہا۔ ''آپ پورے خاندان کی سلامتی خطرے میں نہیں ڈال سکتے۔''

''اَمے جاؤ۔'' قاسم ہاتھ نچا کر بولا۔ ''مر گئے ہٹانے والے۔ بڑے آئے کہیں کے۔''

''اُوہ..... تو آپ.....!'' قدیر نتھنے پھلا کر آگے بڑھا۔

''پلیز.....!'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اس کی ضرورت نہیں ہے..... قاسم ڈیئر..... خود کو قابو میں رکھو۔ کیونکہ ہمیں یہاں پورے تین ماہ گذارنے ہیں۔''

''آپ ایک منٹ بھی نہ رہ سکیں گے۔'' قدیر بولا۔

''بھوتوں کے طرفدار ہیں آپ.....!'' حمید نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''رشتے کے وہ لگتے ہیں۔'' قاسم پھوہڑپنے سے ہنسا تھا۔

''آپ لوگ بات بڑھا رہے ہیں۔'' بیگم تفضّل نے کہا۔

''آپ کوشش کیجیے کہ نہ بڑھنے پائے جس کا بہترین طریقہ یہی ہوگا کہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیجیے۔''

''باہر والے بھی یہاں آ کر خبطی ہو جاتے ہیں۔''

''یہ نہ بھولیے کہ ہم بھوتوں کے زیر اثر ہیں۔'' حمید مسکرایا۔

''چلو ختم کرو۔'' تفضّل کی بیوی دوسروں کی طرف مڑی۔ ''احتیاطاً ہم پولیس اسٹیشن بھی فون کر دیں۔''

''آپ کو مایوسی ہوگی محترمہ۔'' حمید بولا۔ ''ہماری تعزیرات میں بھوتوں کے قدر دانوں سے متعلق کوئی دفعہ نہیں ہے۔''

پھر تفضّل کے علاوہ اور سب چلے گئے۔ اس نے کہا کہ اگر وہ وہاں سے ہٹنے پر رضامند نہیں ہیں تو وہ انہیں تنہا نہیں رہنے دے گا خود بھی انہیں کے ساتھ رات بسر کرے گا۔

''ظاہر ہے کہ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔'' حمید بولا۔

رات کا کھانا قاسم ہوٹل سے لایا تھا۔ ویسے تفضّل نے کوشش کی تھی کہ وہ اُس کے ساتھ ہی کھائیں لیکن حمید نے کہا تھا۔ ''ابھی بیگم صاحبہ صرف کتوں ہی سے متنفر ہیں لیکن اگر انہیں میرے ساتھی کو کھانا کھلانا پڑا تو آدمیوں سے بھی نفرت کرنے لگیں گی۔''

اُس وقت یہ بات تفضّل کی سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن جب قاسم کو کھاتے دیکھا تو دیوتا کوچ کر گئے۔ ویسے اتنا ہوش تو تھا ہی کہ حیرت کا اظہار کر سکتا۔

''لمبے ہونا ہے تو میری ہی طرح کھایا کرو تپھجل صاحب۔'' قاسم نے ہنس کر کہا تھا۔

پھر تقریباً دس بجے آرام کی ٹھہری۔ اس وقت تک کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ تفضّل کے لیے قاسم کی خوراک ہی ایک بوکھلا دینے والا حادثہ رہی ہو اور اس نے اسی کے بھوت ہونے کے امکانات پر غور کیا ہو۔

ساڑھے گیارہ بجے حمید تفضّل اور قاسم کے خراٹوں کی آوازیں سن رہا تھا۔ تینوں بستر ایک ہی کمرے میں لگائے گئے تھے اور پوری عمارت میں روشنی تھی۔

حمید جاگتا رہا۔ قاسم کے متعلق اُسے یقین تھا کہ وہ بے خبر سو رہا تھا۔ لیکن تفضل کے خراٹے اس کی دانست میں سو فیصدی بناوٹی تھی۔

ٹھیک بارہ بجے یک بیک سارے بلب بجھ گئے اور حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''کیا ہے؟'' اس نے تفضل کی آواز سنی۔

''اندھیرا۔'' حمید نے جواب دیا اور جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کے دستے پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی۔

پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ دالان کے وسط میں روشنی کا جھماکا سا ہوا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے آگ کی لپٹ فرش سے پھوٹی ہو۔

تفضل کی چیخ سے پوری عمارت گونج اٹھی۔

''ابے قیا ہوا.....!'' قاسم بھی بوکھلا کر اٹھ گیا۔ لیکن اندھیرے میں مسہری چھوڑنے کی ہمت نہ کر سکا۔

اس بار روشنی کا جھماکا صحن میں ہوا اور پھر اندھیرا چھا گیا۔ تفضل پھر چیخا۔ حمید جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

''حق اللہ۔'' قاسم نے نعرہ لگایا۔ ''ارے باپ رے۔''

آگ اور خون

قاسم نے نعرہ لگایا تھا اور پتہ نہیں کس طرح دھم سے نیچے آ گرا تھا۔ پھر وہ اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ سارے بلب روشن ہو گئے۔ تفضل اپنی مسہری پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔

حمید صحن کی طرف لپکا۔ دالان میں ٹھیک اسی جگہ تازہ خون پھیلا ہوا نظر آیا جہاں سے شعلہ اٹھا تھا۔ اسی طرح صحن میں بھی خون کا بڑا سا دھبہ دکھائی دیا۔ حمید کے اندازے کے

مطابق وہاں بھی اُسی جگہ سے شعلہ بلند ہوا تھا۔

حمید صدر دروازے کیطرف بڑھ گیا۔ قاسم کمرے ہی میں تھا۔ اُس نے اُسے آواز دی۔

''اَمے قہاں.....واپس آؤ.....کھبر دار.....!''

لیکن حمید نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ قاسم فرش سے اٹھا اور پھر مسہری پر بیٹھ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ پھر تفضّل کو مسہری پر اوندھا پڑا دیکھ کر اُسے ہنسی آ گئی۔

''اُو بھائی تپھجل.....!'' اس نے ہانک لگائی۔ ''اَمے اوندھے سو رہے ہو..... ہی ہی ہی.....ارے کیسے لیٹا جاتا ہے..... میں تو اس طرح نہیں لیٹ سکتا۔''

تفضّل کا منہ اسی کی طرف تھا۔ اُس نے آنکھیں کھول دیں۔

''سالے واکئی بھوت معلوم ہوتے ہیں۔'' قاسم نے کہا۔

''کک.....کیا ہوا۔'' تفضّل نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''اب میں سگار تو پیتا نہیں ہوں کہ سوچ کر بتادوں۔ پتہ نہیں قیا ہوا۔'' قاسم نے کہا۔

غالباً کرنل فریدی کا سگار اس کے ذہن کے کسی گوشے میں کلبلایا تھا۔

''حمید صاحب کہاں گئے۔''

''بھوت پکڑنے۔''

''اُف فوہ.....کیسی نادانی ہے۔'' تفضّل بڑبڑایا۔ پھر قاسم سے بولا۔ ''ذرا اٹھایئے تو مجھے۔''

''اَمے اب ایسا بھی کیا۔'' قاسم نے آنکھیں نکالیں۔ ''اگر بھوت چڑھ بیٹھے تو۔''

''خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کیجئے۔'' تفضّل نے آہستہ سے کہا اور ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

''ارے تو ڈرتے قیوں ہو میاں۔ وہ مچھلی پکڑنے والے جال سے بھوت پکڑتا ہے۔'' قاسم نے کہا اور پھر مزید کچھ کہنے کے لئے زبان ہلانے سے قبل ہی یاد آ گیا کہ وہ حمید کا اسسٹنٹ ہے اور خود بھی ''جاسوسی کرنا'' سیکھ رہا ہے۔ اُس نے دونوں ہاتھوں سے منہ دبالیا۔ کیا پتہ زبان پھسل ہی جاتی۔''

''کیوں کیا بات ہے۔'' تفضّل نے ٹوکا۔

''ارے میں نے کہا..... کہیں یہاں والے بھوت بُرا نہ مان جائیں۔'' قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''وہ حضرت گئے کہاں۔ خدا کے لئے انہیں آواز دیجئے۔ مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے۔''

خوف کے نام پر قاسم کو خیال آیا کہ وہ خود بھی شائد خوفزدہ ہے۔ کیا پتہ بھوت ہی ہوں.....اُسے برف کے بھوت یاد آئے اور سوچا وہ تو آدمی ہی تھے..... لیکن ضروری نہیں کہ ہر بھوت میں آدمیت پائی جائے۔

''تو پھر میں تمہیں اٹھاؤں۔'' اُس نے کانپتی ہوئی آواز میں تفضّل سے پوچھا۔

''کک..... کیوں۔''

''تلاش کرو جا کر۔'' قاسم نے کہا۔

''میں..... نن..... نہیں ہرگز نہیں۔ میں کمرے سے باہر نہیں نکلوں گا۔''

''اچھا جی۔'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ ''تو پھر قیا میں نکلوں غا..... کوئی میری جان پہچان ہے یہاں کے بھوتوں سے۔ کوئی سالا نام پوچھ بیٹھا تو کیا کروں گا۔ سالا۔''

''ارے باپ رے..... سالا نہیں پیارا..... پیارے بھوت بھائی تمہیں نہیں کہا۔''

وہ بوکھلاہٹ میں اپنا منہ پیٹنے لگا۔ قاسم کچھ اسی قسم کا آدمی تھا۔ آہستہ آہستہ ہی اُسے کسی خطرے کا احساس ہوتا تھا۔ یا پھر خطرے سے گذر جانے کے بعد خوفزدگی کی باری آتی تھی۔ مثال کے طور پر..... ایک بار کا ذکر ہے کہ دارالحکومت کی ایک بارونق سڑک پر کسی بھرے ہوئے سانڈ نے ابتری پھیلا دی تھی۔ لوگ بے تحاشہ آس پاس کی گلیوں میں گھستے پھر رہے تھے۔ بہتیرے گرے تھے اور اُن کے خاصی چوٹیں آئی تھیں۔ اتفاقاً قاسم کا گذر بھی اُدھر ہی سے ہوگیا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ جھٹ گاڑی روک کر نیچے اُترا اور سانڈ کے سینگ پکڑ لئے۔ دونوں میں زور ہونے لگا۔ کبھی سانڈ اُسے دور دھکیل لے جاتا اور کبھی قاسم اُسے رگید کر رکھ دیتا۔ پھر کچھ فوجیوں نے وہاں پہنچ کر اس کھیل کا خاتمہ کیا تھا اور قاسم کی خوب پیٹھ ٹھونکی گئی تھی۔ اس کے

کانوں میں بے شمار سریلی آوازوں نے رس ٹپکایا تھا۔ لیکن گھر پہنچ کر جب اُسے وہ چویشن دوبارہ یاد آئی تو اُس پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اس نے سوچا..... اگر سینگ چھڑا کر سالا پیٹ پھاڑ دیتا تو کیا ہوتا۔

''ہائے..... قیا ہوتا۔'' اُس نے رو دینے والی آواز میں بیوی سے پوچھا۔

''کاہے کا کیا ہوتا۔'' بیوی اُسے گھورنے لگی تھی۔ اُسے کیا پتہ کہ حضرت باہر کیا کر آئے تھے اور اب ان پر کیا گذر رہی تھی۔ بہرحال قاسم وضاحت کرنے سے پہلے ہی تڑ سے گرا تھا اور بیہوش ہوگیا تھا۔

بالکل اسی طرح اس وقت بھی بھوتوں کا خوف میدان صاف ہوجانے کے بعد ہی طاری ہوا۔ گھگھی بندھ گئی اور اس خیال سے کہ اگر اندھیرے میں بھوت گردن دبوچ لیتا تو کیا ہوتا۔

''اَے..... او بھائی..... تت..... تت..... تفجل.....'' اُس نے کانپتے ہوئے کہا۔ ''یار مجاخ تو نہیں کرر ہے۔''

''کیسا مذاق..... جناب۔''

''میں جناب نہیں..... اُلو کا پٹھا ہوں۔ بس اب کھاموش رہو..... ارے باپ رے..... کتنی سردی ہے۔'' اُس کے دانت بھی بجنے لگے۔

اتنے میں قدموں کی آوازیں سنائی دیں، جو رفتہ رفتہ قریب آرہی تھیں۔

دانت اور تیزی سے بجنے لگے..... لیکن جیسے ہی آنے والے کمرے میں داخل ہوئے اس نے جھٹکے کے ساتھ دانتوں پر دانت جمانے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زبان بُری طرح کچلی گئی اور وہ دونوں ہاتھوں سے منہ دبائے ہوئے سیدھا ہوگیا۔

حمید کے ساتھ چوکیدار بھی تھا۔ دونوں نے مل کر تفضل کو سیدھا کیا۔

تفضل اب تک ہانپے جا رہا تھا۔

''آپ کہاں گئے تھے..... کیا ہوا۔'' اُس نے حمید سے پوچھا۔

''ابھی تک کچھ بھی نہیں ہوا۔''

''چلئے خدا کے لئے چلئے یہاں سے۔''

''آپ کو میں یہی مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ آپ اسی وقت یہاں سے چلے جائیے۔'' حمید نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''اور آپ.....!''

''مجھے کہاں جانا ہے۔''

''بھائی تو سیدھے پرستان جائیں گے۔'' قاسم جھلا کر بولا اور ایسی نظروں سے حمید کو دیکھنے لگا جیسے پھاڑ ہی تو کھائے گا۔

پھر تقریباً تیس منٹ تک تفضّل اسی مسئلے پر حمید سے الجھا رہا۔ لیکن اُسے وہاں سے جانے پر آمادہ نہ کرسکا۔

قاسم نے ٹھنڈی سانس لی اور بے بسی سے بولا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ میں عورت نہیں ہوں۔''

تفضّل نے متحیرانہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

''اَے اور قیا.....عورت ہوتا.....اور ان حجرت کے ساتھ میرا نکاح ہوگیا ہوتا۔ تو.....پھر .....پھوٹ گئی تھی نا تقدیر۔'' اس نے کہا اور دانت پیس کر حمید کو گھونسہ دکھاتا ہوا بولا۔ ''اَبے تم مرو یہیں پر.....میں تو جارہا ہوں۔''

''ضرور جاؤ.....!'' حمید مسکرا کر بولا۔ ''میں خود بھی نہیں چاہتا کہ تم ان خطرات میں پڑو جن کی مجھے ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہوتی۔''

''جرا.....دیکھو تفجل بھائی۔ اب اگر میرا نکاح ہوگیا ہوتا تو یہیں جل جل کر مر جانا پڑتا..... ہے کہ نہیں۔''

تفضّل بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگا۔ لیکن اس ہنسی میں خوف بھی شامل تھا اور وہ بار بار مڑ کر صحن کی طرف ضرور دیکھتا تھا..... کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

''اَے تو پھر تم نہیں چلو گے۔''

''نہیں۔'' حمید نے جواب دیا اور پائپ میں تمبا کو بھرنے لگا۔

''یہ سالا پائپ بھی مجھے زہر ہی لگتا ہے..... کہیں گے نہیں اور پائپ میں تمبا کو بھرنے لگیں گے۔ وہ حضرت کہیں گے۔ ''نہیں'' اور منہ میں سگار گھسیڑ لیں گے۔ چلو کصہ ختم۔ ٹھینگے پر گئی..... ایسی..... وہ..... وہ..... وہ.....!''

غالباً وہ ''جاسوسی'' کہنا چاہتا تھا لیکن دفعتاً حمید کے آنکھیں دکھانے پر ہوش آ گیا اور پھر زبان سے ''وہ.....وہ'' کے علاوہ اور کچھ نہ نکل سکا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ قاسم کا اُس سے الگ ہونا کہیں کوئی دوسرا مسئلہ نہ پیدا کر دے۔ ذہنی رو بہکتی ہے تو پھر اُسے ہوش نہیں رہتا کہ وہ کہاں ہے اور کیا بک رہا ہے۔

لیکن فی الحال کوئی ایسی تدبیر نہ سوجھ سکی جس کے تحت اُسے روکا جا سکتا۔

''چلئے صاحب پھر آپ ہی چلئے۔'' تفضّل کراہ کر اٹھتا ہوا بولا۔

''میں.....!'' قاسم نے آہستہ سے کہا۔ پھر پاگلوں کی طرح رانیں پیٹتا ہوا چیخا۔ ''ارے..... میں قہاں جا سکتا ہوں۔ مجھے تو اسی افلاطون کے ساتھ یہیں..... مرنا سڑنا گلنا ہے۔ ہائے سالے ابا جان تم نے کہیں کا نہ رکھا..... دھکے کھاتا پھر رہا ہوں۔''

''یہ کیا کہہ رہے ہیں۔'' تفضّل نے متحیرانہ لہجے میں حمید سے پوچھا۔

''آپ جا کر آرام کیجئے تفضّل صاحب۔'' حمید بولا۔ ''اس پر شائد اثر ہو گیا ہے۔ پھونک جھاڑ کے بغیر نہیں اترے گا۔ بس اب جائیے۔''

تفضّل صرف چوکیدار کے ساتھ جانے پر رضا مند نہیں ہوا کیونکہ چوکیدار بھی خائف نظر آ رہا تھا۔ آخر حمید اور قاسم بھی اُسے دوسری عمارت کے برآمدے تک چھوڑنے آئے۔

برآمدے میں روشنی تھی۔ جیسے ہی وہ قریب پہنچے مسز تفضّل جھپٹتی ہوئی ایک کمرے سے نکلی۔

''کیا ہوا..... کیا ہوا..... میں نے شور سنا تھا۔'' اس نے کہا۔

''اوہ..... یہاں تک آوازیں پہنچی تھیں۔'' حمید نے حیرت ظاہر کی۔

''چوکیدار نے شور سن کر ہمیں جگا دیا تھا۔ میں نے پولیس کو فون کر دیا ہے۔''

''کمال ہے..... پولیس بیچاری کیا کر سکے گی۔'' حمید نے سر ہلا کر کہا۔

''اور سنو۔'' تفضّل بولا۔ ''یہ لوگ پھر وہیں جارہے ہیں۔''

''نہیں..... یہ ناممکن ہے..... قطعی ناممکن ہے۔'' بے بی نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

قاسم اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''مگر ہوا کیا۔'' مسز تفضّل نے پوچھا۔

تفضّل نے ہانپتے ہوئے پوری کہانی سنائی اور حمید کو یقین ہوگیا وہ واقعات رونما ہونے کے وقت تک سوتا نہیں رہا تھا۔ تو پھر اسکے خراٹے قطعی طور پر مصنوعی تھے۔ لیکن اس حرکت کا مقصد؟ مقصد تو ابھی تک کسی بھی حرکت کا سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ تفضّل ہی نے یہ مکان کرایہ پر اٹھایا تھا لیکن اس کی بیوی مخالفت کرتی رہی تھی اور پھر کتے کی موت جو یقینی طور پر غیر قدرتی تھی۔ کیا اُسے بھی کسی طرح ان واقعات سے نتھی کیا جاسکتا تھا۔ پھر اس کا مقصد بھی دریافت کرنے کی ضرورت پیش آتی۔

مگر بنیادی بات تو تھی اُس مکان کا کرایہ پر دیا جانا۔ تفضّل کیا چاہتا تھا۔ کیا صرف اتنا ہی کہ اس مکان کی پبلسٹی آسیب زدہ ہونے کی حیثیت سے ہوجائے یا اس میں کوئی اور مقصد بھی پوشیدہ تھا۔

دونوں کے بیان کے مطابق وہ مکان بہت عرصے کے بعد کسی کو کرایہ پر دیا گیا تھا یا دوسرے الفاظ میں کوئی کرایہ دار آ ہی دھمکا تھا ورنہ گھر والے تو پہلے ہی کرایہ داروں کو ورغلا کر وہاں تک پہنچنے سے باز رکھتے تھے۔

حمید واپسی کے لئے مڑنے کا ارادہ کرہی رہا تھا کہ پھاٹک کے قریب کوئی گاڑی رکی اور پھر پھاٹک ہلایا جانے لگا۔ غالباً پولیس آ گئی تھی۔

قریبی تھانے کا سیکنڈ آفیسر دو کانسٹیبلوں کے ساتھ آیا تھا۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ آفیسر نے یہی سوال کیا کہ جب مکان آسیب زدہ سمجھا جاتا تھا تو کرایہ پر دیا ہی کیوں گیا تھا؟ پھر وہ اُن کے ساتھ اس مکان میں گیا۔ لیکن خون کے دھبے اُسے کہیں نظر نہ آئے۔ حالانکہ وہ

اس وقت بھی صحن اور دالان میں موجود تھے جب وہ دونوں تفضّل کو پہنچانے کے لئے دوسری عمارت تک گئے تھے۔

''خواب دیکھا ہوگا آپ لوگوں نے۔'' سیکنڈ آفیسر نے مسکرا کر کہا۔

''یہی میں بھی کہہ رہا تھا آپ سے تفضّل صاحب۔'' حمید نے بڑی سادگی سے کہا۔

''جی.....!'' تفضّل آنکھیں پھاڑ کر اس کی طرف گھوما۔

''یہی کہ خواب ہی دیکھا ہوگا آپ نے۔''

''ارے..... یہ آپ کہہ رہے ہیں..... یعنی وہ آگ..... وہ خون۔''

''میں نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا تفضّل صاحب۔ آپ ہی بوکھلا کر اٹھے تھے اور چیخنے لگے تھے۔''

''غضب خدا کا۔'' تفضّل نے دہاڑ کر رانوں پر ہاتھ مارے اور قاسم کی طرف گھوما۔

''آپ کیوں چپ ہیں جناب۔''

''دو بجے رات کو میں چپ ہی رہتا ہوں۔'' قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''آپ نے نہیں دیکھا تھا خون..... وہ آگ۔''

''آپ کے خواب میں..... میں کیسے دیکھتا بھائی صاحب۔''

سیکنڈ آفیسر ہنس پڑا اور حمید سے بولا۔ ''کیا آپ نے فون کیا تھا؟''

''جی نہیں بھلا میں کیوں کرتا۔ چین سے سو رہا تھا..... کہ یک بیک تفضّل صاحب نے چیخم دہاڑ مچادی..... پھر شاید بیگم صاحبہ نے ان کی آوازیں سن کر ہی فون کیا ہوگا۔''

''جی ہاں..... مم..... میں نے ہی فون کیا تھا۔ سمجھی تھی شائد کوئی گڑ بڑ ہوئی ہے۔''

''مگر یہ آپ کے کمرے میں یہاں کیوں سوئے تھے۔'' سیکنڈ آفیسر نے حمید کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

''دیکھئے قصہ دراصل یہ ہے کہ ہم سے تین ماہ کا پیشگی کرایہ لے کر انہوں نے مکان ہمیں دیا تھا۔ صبح جب ہم سامان لے کر یہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ مکان آسیب زدہ ہے۔ دونوکر غل غپاڑہ مچاتے ہوئے دوڑے آئے کہ کمروں میں دھواں اور خون پھیلا ہوا ہے۔ ٹھیک ہے.....

اُس وقت ہمیں بھی وہ چیزیں دکھائی دے گئی تھیں۔ لیکن ہم نے سوچا ممکن ہے کوئی ایسا کرایہ دار مل گیا ہو جو ہم سے زیادہ کرایہ ادا کر سکے۔ جی ہاں..... پھر ہم ایسی صورت میں کیونکر یقین کر لیتے..... بہرحال تفضل صاحب مصر ہو گئے کہ ہم وہاں نہ رہیں۔ لیکن جب ہم اپنے حق سے دستبردار ہونے پر آمادہ نہ ہوئے تو انہوں نے تجویز پیش کی کہ ہمارے ہی ساتھ رات گذاریں گے۔ ہمیں کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ سوئے اور پھر یک بیک چنگھاڑنے لگے۔''

''ارے اُو چوکیدار.....!'' تفضل پھر دہاڑا۔ ''ابے تو نے بھی تو دیکھا تھا خون۔''

''ج..... جی ہاں..... سرکار!''

''بس صرف ہم دو ہی اندھے بستے ہیں یہاں۔'' حمید نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور قاسم بہ آواز بلند جماہی لے کر منہ چلانے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ان معاملات سے قطعی بے تعلق ہو۔

سیکنڈ آفیسر نے تفضل کی بیوی سے کہا۔ ''بیگم صاحبہ آئندہ احتیاط رکھئے۔ ہمارا وقت بہت قیمتی ہوتا ہے۔''

بیگم نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلائے مگر پھر خاموش ہی رہی۔

آفیسر اپنے ماتحتوں سمیت رخصت ہو گیا اور تفضل پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔ ''میں شائد بیہوش ہو جاؤں گا۔''

''اور پھر مجھے ہی بور کرو گے۔'' قاسم نے ہاتھ نچا کر کہا۔ ''کہ اَے اب تم دیکھ کر بتاؤ کہ میں بیہوش ہو گیا ہوں یا نہیں۔''

''کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ لوگوں نے کچھ نہیں دیکھا تھا'' مسز تفضل نے حمید سے پوچھا۔

''خون بھی دیکھا تھا اور آگ بھی دیکھی تھی۔'' حمید مسکرایا۔

''حق اللہ.....!'' قاسم نے نعرہ لگایا اور دونوں ہاتھوں سے سر پیٹنے لگا۔ پھر تفضل سے بولا۔ ''ابے تفجل بھائی اب تم بالکل بیہوش ہو جاؤ۔ میں اپنے سر پر طبلہ بجاؤں گا۔''

تفضل کی بیوی ہنس پڑی۔ بس پھر کیا تھا۔ قاسم کی باچھیں کھل گئیں۔ بالکل سنک گیا اور

پھر اس طرح ہونٹ سکوڑے جیسے حمید کی ٹھوڑی پر مکا رسید کردے گا۔

لیکن حمید نے لاپروائی سے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ ''اگر میں بھی اعتراف کر لیتا تو بات بڑھ جاتی اور پھر نہ جانے کب سونا نصیب ہوتا۔''

''خدا کی پناہ..... ایسی حالت میں بھی نیند آپ کے لئے بہت اہم ہے۔'' مسز تفضل تقریباً چیخ پڑی۔

''آہستہ بولئے..... محترمہ..... میں دل کا مریض ہوں۔'' حمید نے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی نبض ٹٹولتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

''یہ لوگ خود بھی بھوت ہیں۔ میں سمجھ گیا۔'' تفضل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''آؤ چلیں۔''

''آپ نے پولیس والوں سے غلط بیانی کیوں کی۔'' مسز تفضل نے پھر حمید کو مخاطب کیا۔

''سچی بات سے بھی اُسے کوئی دلچسپی نہ ہوتی۔ البتہ اگر میں یہاں مر جاؤں تو لاش کا پوسٹ مارٹم ضرور ہوگا۔ اگر موت خون کی وجہ سے ثابت ہوگی تب کہیں جا کر وہ بھوتوں کے امکانات پر غور کریں گے۔ ورنہ پھر انہیں پھانسی کے پھندے کیلئے کسی گردن کی تلاش ہوگی۔''

''سنئے جناب'' مسز تفضل ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''ابھی آپ نے آفیسر کے سامنے جیسی باتیں کی تھیں اُن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان واقعات کو ہماری حرکت تصور کر رہے ہیں۔''

''آپ خود ہی سوچئے..... جب تک میں کسی بھوت کو پکڑ نہ لوں اور کیا سوچوں گا۔''

''بتایئے نا..... وہ خون کے دھبے کہاں ہیں۔''

یک بیک باہر سے شور کی آوازیں آئیں اور ایک نوکر دوڑتا ہوا وہاں پہنچا اور گر کر ہانپنے لگا..... اُس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے اور آنکھیں اس انداز میں بند ہوتی جارہی تھیں جیسے دم توڑ رہا ہو۔

حمید بے تحاشہ اس پر جھک پڑا۔

''کیا ہوا..... کیا ہوا۔'' وہ سب چیخے۔

حمید کی انگلیاں اس کی نبض پر تھیں..... پھر دوسرا نوکر بھی گرتا پڑتا وہیں آ پہنچا۔

''بے بی۔'' تفضل چیخا۔''بے بی کہاں ہے۔ بے بی کہاں ہے۔''

مسہری کے نیچے

دوسرے ملازم کو بمشکل سنبھالا جاسکا۔ ورنہ وہ بھی گرا ہوتا۔ تفضل بدستور''بے بی..... بے بی'' چیخے جارہا تھا۔

''خاموش رہو۔ وہ یہاں نہیں آئی تھی۔'' اس کی بیوی نے ڈانٹا۔

''بے بی۔'' دوسرا ملازم قاسم کے سہارے کھڑا ہانپتا ہوا بولا۔''بے بی چیخ رہی تھی سرکار.....اور کھڑکی میں..... خبیث..... ہم دونوں برآمدے میں تھے۔''

''کیا بک رہا ہے۔'' تفضل چیخا۔''جلدی سے کہہ چک۔''

''خبیث نے اندر نہیں جانے دیا۔''

''کون سالا ہے چلو میں دیکھوں۔'' قاسم غرایا۔

''ارے چلو..... چلو..... خدا کے لئے۔'' تفضل دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

دوسرا ملازم بیہوش پڑا تھا۔ حمید نے اس کی طرف دیکھ کر قاسم سے کہا۔

''اسے بھی اٹھائے لیتے چلو..... بیہوش ہے۔''

''اوہ..... خدا.....'' بیگم تفضل کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔''ان لوگوں نے کیسی مصیبت میں پھنسا دیا۔ ارے جلدی کرو۔ وہ بہت کمزور دل کی لڑکی ہے۔''

ایک بار پھر یہ قافلہ رہائشی عمارت کی طرف آیا۔ ساری کوٹھی چھان ماری گئی۔

لیکن بے بی؟ اس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ عقبی دروازہ جو ویرانے کی طرف کھلتا تھا۔ کھلا ہوا ملا اور وہیں ایک سلیپر بھی پڑا نظر آیا۔

''یہ بے بی کا ہے۔'' بیگم تفضل ہانپتی ہوئی بولی۔ ''یا خدا یہ کیا ہو رہا ہے۔''

حمید نے باہر نکل کر ٹارچ روشن کی اور گردوپیش کا جائزہ لینے لگا۔ پھر اُس ملازم کی طرف مڑا جس نے کسی خبیث کا حوالہ دیا تھا۔

''ہاں کیسا تھا وہ خبیث۔''

''بڑی ڈراؤنی شکل تھی جناب..... بڑے بڑے دو دانت ہاتھی کے دانتوں کی طرح نکلے ہوئے تھے اور آنکھیں انگارہ۔''

''ہوں۔'' حمید نے ٹارچ کی روشنی میں پھر آس پاس کی زمین پر ڈالی۔ زمین پتھریلی تھی اس لئے کسی قسم کے نشانات نہ مل سکے۔

پھر وہ ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔

''ٹھہریئے۔'' دفعتاً تفضل ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''یہ آپ کہاں کھسکے جا رہے ہیں۔''

''کہیں نہیں۔'' حمید مڑا۔ ''کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ بے بی کے غائب ہو جانے میں ہمارا ہاتھ ہے۔''

''اس وقت میں سب کچھ سوچ سکتا ہوں۔ بُرا لگا ہو تو معاف کر دیجئے۔ اُوہ بیگم فون..... خدا کے لئے پھر فون کرو۔''

''اب کس منہ سے فون کروں گی۔ تم ہی کوشش کرو۔''

''براہ راست ایس پی واصف کو فون کرو..... میرا دوست ہے..... خدا کے لئے جلدی کرو۔ جب تک اس کی آواز نہ سنو برابر رنگ کرتی رہو..... سو رہا ہوگا..... نمبر تھری فائیو ایٹ زیرو۔ پھر سنو..... تھری فائیو ایٹ ناٹ.....!''

''جا رہی ہوں۔ مگر ان لوگوں سے ہوشیار رہنا۔ اب تو مجھے بھی شبہ ہو رہا ہے۔''

''قیا قہہ رہی ہیں بیغم صاحب۔'' قاسم نے دانت نکالے۔

لیکن وہ کوئی جواب دیئے بغیر اندر چلی گئی اور حمید جو کچھ دور چل کر واپس آ گیا تھا ملازم سے بولا۔ ''چلو بتاؤ وہ کس کھڑکی میں نظر آیا تھا۔''

''جنت کی کھڑکی۔'' قاسم جھلا کر ہاتھ نچاتا ہوا بولا۔''اب ڈفلی بجاتے پھرو بیٹا۔ منع کرر ہا تھا۔''

''کیا منع کرر ہے تھے۔'' تفضل اُسے گھور نے لگا۔

''صبح کمرے میں خون دیکھ کر یہ بھی بوکھلا گئے تھے۔'' حمید نے کہا اور مجھے مشورہ دیا تھا کہ ہم یہاں سے واپس چلیں۔

''اَمے کھوپڑی استعمال کرو۔'' قاسم نے حمید سے قہر آلود لہجے میں کہا۔''ان کا مطلب یہ ہے کہ ان کی بے بی کو ہم نے ہی گائب کر دیا ہے۔ اے میاں تفجل ..... تم اپنی بے بی کو قیا سمجھتے ہو۔''

''آپ کے اس سوال کا مطلب۔''

''ایسی آنکھیں بنائے رکھتی ہیں۔'' قاسم نے اپنی آنکھیں نشیلی بناتے ہوئے کہا۔''جیسے اب مریں اور تب مریں۔''

''کیا بکواس کرر ہے ہیں آپ۔'' تفضل آپے سے باہر ہو گیا۔

''قاسم خاموش رہو۔'' حمید نے بھی ڈانٹا۔

''اَمے تم چوپ راؤ۔ میں دماگ درست قردوں گا ان کا۔ بیگم صاحبہ گائب ہوئی ہوتیں تو میں مان لیتا کہ چلو بھئی ٹھیخ ہی ہوگا..... مگر یہ بے بی جو آپ ہی آپ مَری جارہی ہیں..... لاحول بلا کوت۔''

''اُووو..... میں پاگل ہو جاؤں گا.....!'' تفضل اپنا سینہ پیٹتا ہوا بولا۔''یہ بیہودہ کیا بک رہا ہے۔''

''لاؤ..... لاؤ..... میں کوٹ دوں سینہ۔ سچی بات پر سب کو غصہ آتا ہے۔ اَمے تمہاری بے بی تو میری گلہری خانم سے بھی جیادہ مریل ہیں۔''

''قاسم.....!'' حمید نے پھر اُسے للکارا۔

''اَمے..... یہ الزام لگائے جائیں اور میں کھاموش رہوں تمہاری بھی ایسی کی تیسی..... ہاں۔''

اتنے میں تفضل کی بیوی بھی واپس آ گئی اور قاسم یک بیک ساکت ہو گیا۔

تفضل جو کچھ بھی سمجھا ہو لیکن قاسم کی اس بکواس کا مطلب یہی تھا کہ اُسے دبلی پتلی اور دھان پان قسم کی لڑکیوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ البتہ اگر بیگم صاحبہ غائب ہوئی ہوتیں تو وہ ضرور سوچتا کہ کہیں واقعی اسی نے نہ غائب کر دیا ہو۔

''تفضل صاحب۔'' حمید نے کہا۔ ''اگر آپ کو ہم پر کسی قسم کا شبہ ہے تو ہم کہیں بھاگے نہیں جاتے۔ آپ نے ایس۔ پی کو بلوایا ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔ مجھے سچ مچ صاحبزادی کے بارے میں تشویش ہے۔ کیونکہ بھوت کسی جیتے جاگتے آدمی کو غائب کر دینے کی قوت نہیں رکھتے۔''

''میں پوچھتا ہوں..... یہ حضرت کیا بک رہے ہیں۔'' تفضل وحشیانہ انداز میں بولا۔

''میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ ہوش میں نہیں ہے۔''

''ٹھینگے سے۔'' قاسم بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا اور دوسری طرف مڑ گیا۔

حمید بدقت تمام پچویشن پر قابو پانے میں کامیاب ہو سکا اور پھر وہ سب اسی کمرے میں آئے جہاں ایک کھڑکی میں ملازم کو خوفناک چہرہ نظر آیا تھا۔

فرش پر قالین تھا اس لئے یہاں بھی حمید کو ناکامی ہی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کم از کم قدموں کے نشانات تو یہاں بھی نہ مل سکتے۔

یک بیک بیگم تفضل کراہی اور حمید چونک کر اسکی طرف دیکھنے لگا۔ وہ کسی سوچ میں گم تھی۔

''اوہ اب میں سمجھی۔'' اس نے تفضل کو مخاطب کیا۔ ''یہ اس نمک حرام کی حرکت بھی ہو سکتی ہے۔''

''کس کی۔''

''اسی شاعر کے بچے کی جو بے بی کی طرف دیکھتا ہوا جھوم جھوم کر غزلیں سنایا کرتا تھا۔''

''غزلیں سنایا کرتا تھا۔'' تفضل گرجا۔ ''تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔''

''کیا فرہاد صاحب؟'' حمید نے پوچھا۔

''سر پر ہاتھ رکھ کر روئے گا سالا۔'' قاسم بولا۔ ''ساری فرہادی دھری رہ جائے گی۔''

اس کی طرف کسی نے بھی دھیان نہ دیا۔ لیکن حمید کو بھی اپنے سوال کا جواب نہیں ملا تھا۔

اتنے میں باہر سے کسی نے گھنٹی بجائی۔ تفضل دروازے کی طرف بڑھا۔

پھر تھوڑی ہی دیر بعد حمید کو ایک نئے مسئلے سے دو چار ہونا پڑا۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ آج کل رام گڈھ میں ایس پی کے فرائض کون انجام دے رہا ہے۔ لہٰذا ٹیکم گڈھ والے ایس پی واصف کو دیکھ کر وہ بوکھلا گیا۔ واصف بھی اُسے دیکھ کر پہلے تو چونکا اور پھر بڑے پرمسرت انداز میں اس کی طرف بڑھا۔ ''اوہو آپ ہیں۔'' حمید جلدی سے بولا۔ ''چلئے اچھا ہی ہوا اب آپ تفضل صاحب کو مطمئن کرسکیں گے کہ میں ایک باعزت بزنس مین ہوں۔''

اس جملے نے پچویشن قابو سے باہر نہیں ہونے دی۔ واصف ٹھٹکا اور پھر سنبھل گیا۔ غالباً وہ سمجھ گیا تھا کہ حمید یہاں اپنی اصلیت چھپانا چاہتا ہے۔

''اوہ ضرور ضرور۔'' واصف گرم جوشی سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ ''کیا قصہ ہے۔''

''کہئے تفضل صاحب کیا بات ہے۔ بیگم صاحبہ آداب عرض کرتا ہوں..... کیوں؟ آپ لوگ پریشان معلوم ہوتے ہیں۔''

''میں نے فون پر آپ کو حالات سے آگاہ نہیں کیا۔'' بیگم حمید کو گھورتی ہوئی بولی۔ ''مگر یہ لوگ۔''

''دونوں معزز اور شریف ہیں۔ میں بہت دنوں سے جانتا ہوں۔ کیا آپ کو ان سے کوئی شکائت ہے۔''

''کوئی بے بی کو اٹھا لے گیا ہے۔'' اس نے کہا۔

''میرے خیال سے یہ کہانیاں دہرانے کا وقت نہیں ہے۔'' حمید بولا۔ ''واصف صاحب میرے ساتھ آیئے۔''

وہ واصف کو ساتھ لے کر پھر عقبی دروازے کی طرف آیا۔ اس بار دوسروں نے ان کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ حمید نے مختصراً پوری داستان دہرائی اور پھر وہ باہر نکل کر دور تک بڑھتے چلے گئے..... حمید نے ٹارچ روشن کر رکھی تھی۔

دفعتاً وہ رک گیا..... روشنی کا دائرہ لڑکی کے دوسرے سلیپر پر تھم گیا تھا۔ یہاں سے کوٹھی کا

فاصلہ تقریباً ایک فرلانگ ضرور رہا ہوگا۔

''یہ لڑکی کا دوسرا سلیپر ہے۔'' حمید نے کہا۔

واصف نے جھک کر اسے اٹھایا۔ چند لمحے خاموش رہا اور پھر بولا۔ ''یہاں اس زمین پر اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کیپٹن۔''

''اسی لئے میں نے پہلے ہی آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ آپ کو اس طرف اس لئے لایا ہوں کہ مسٹر اینڈ مسز تفضل کے بارے میں کچھ معلوم کرسکوں۔''

''یہ جوڑا..... میری سمجھ سے باہر ہے۔ حالانکہ پچھلے چھ ماہ سے انہیں جانتا ہوں۔ اکثر قریب سے بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ تفضل احمق اور سادہ لوح ہے۔ اتنا نیک ہے کہ اس کے متعلق سنی سنائی باتوں پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ لیکن حقائق سے کسے انکار ہوگا۔ مثال کے طور پر ایک بار راہ چلتے ایسی جگہ جا پہنچا جہاں مذہبی وعظ ہو رہا تھا۔ بس بیٹھ گئے سننے کے لئے..... واعظ غالباً غرباء کی امداد کے متعلق احکام خداوندی کا تذکرہ کررہے تھے۔ اس پر تفضل اتنا رویا کہ ہچکیاں لگ گئیں۔ اُس وقت اس کے پرس میں تقریباً پانچ ہزار روپے موجود تھے جو اس نے وہیں تقسیم کر دیئے اور پھر گھر واپس آیا۔ جتنا بھی کیش موجود تھا تجوری سے نکالا اور رات بھر شہر کی غریب بستیوں مین بانٹتا پھرا۔ راہ چلتے لوگوں کے کام آتا ہے..... اکثر یتیم خانوں کے لئے چندہ بھی اکٹھا کرتا ہوا دیکھا گیا ہے۔ کہتا ہے کہ نیک کاموں کے لئے اگر آدمی کو اپنی سطح سے گرنا پڑے تب بھی پرواہ نہ ہونی چاہئے۔''

''جھوٹا بھی ہے۔'' حمید نے کہا۔

''کسی حد تک۔'' واصف مسکرایا۔ ''ایک دلچسپ کردار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے اپنے کارنامے سنائے ہوں آپ کو۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ وہ آپ کے دوست قاسم سے کچھ ہی کم ہے۔ ہاں تو غالباً اس نے آپ کو اپنے شکار کے قصے سنائے ہیں۔ صرف اسی معاملے میں احمقوں کی طرح ڈینگیں مارتا ہے۔ مثلاً آپ ہاتھیوں کے شکار کا قصہ چھیڑیں تو وہ زندہ ہاتھی پکڑنے کی کوشش کرے گا۔ نئے ملاقاتیوں کو خصوصیت سے اپنے اسلحہ خانہ کی سیر کراتا ہے...... لیکن میرا

دعویٰ ہے کہ شائد ہی کبھی فائر کرنے کا اتفاق ہوا ہو۔''

''اس کا ٹائپ تو میری سمجھ میں آ گیا ہے۔ بیگم تفضّل کے متعلق کیا خیال ہے۔''

دفعتاً واصف چونک کر بولا۔ ''میرا خیال ہے کہ ہم وقت برباد کر رہے ہیں۔ لڑکی کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔ کیا انہیں کسی پر شبہ بھی ہے۔''

''پہلا شبہ ہم پر ہے..... پھر بیگم تفضّل نے شاعر بھتیجے کا حوالہ دیا تھا۔ غالباً وہ تفضّل کا بھتیجا ہے۔ کیا نام ہے..... جی ہاں..... ارشاد۔''

''اچھا..... وہ..... سمجھ گیا۔ ممکن ہے۔ یہاں اس لڑکی کے سینکڑوں امیدوار ہیں کیونکہ وہ تفضّل کی اکلوتی لڑکی ہے۔ تفضّل کے بعد کروڑوں کی مالک۔''

''تب پھر بیگم تفضّل کے امکانات پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی عدم موجودگی میں وہ خود بھی کروڑوں کی مالک ہو سکتی ہے۔''

''تنہا نہیں..... لڑکی کی عدم موجودگی میں تقریباً نصف درجن مزید حقدار پیدا ہو جائیں گے۔ تفضّل کے قریبی عزیز..... نہیں اس کے امکانات نہیں ہیں۔ آیئے چلیں۔''

وہ اندر آئے۔ یہاں قاسم غالباً کسی بات پر الجھ کر آنکھیں نکالے کہہ رہا تھا۔ ''اگر میں تمہارا باپ ہوتا تو جانتے ہو کیا ہوتا؟''

''کیا ہوتا.....؟'' تفضّل نے بھی اسی کے سے انداز میں آنکھیں نکالیں۔

''میں تمہارا نام تفجل کے بجائے فضول رکھتا۔''

''حد ہو گئی..... حد ہو گئی۔'' تفضّل دونوں ہاتھوں سے رانیں پیٹنے لگا۔

''قاسم! خدا کے لئے ہوش میں آؤ..... آدمی بنو۔'' حمید نے کہا۔

''تمہارے کہنے سے تو ہرگز نہیں بنوں گا۔'' قاسم غرایا۔ ''ایس پی صاحب کہہ کر دیکھیں۔''

''پلیز.....!'' واصف مسکرایا۔

''اچھی بات ہے۔'' قاسم نے کہا اور کھڑکی کے قریب کھسک گیا۔ اب اس کا رخ تاریک لان کی طرف تھا۔

''کسی پر شبہ ہے آپ کو۔'' واصف نے مسز تفضل سے پوچھا۔

''اگر آپ ان لوگوں کو قابل اطمینان سمجھتے ہیں تو پھر ہم اپنے بھتیجے ارشاد کی طرف سے بے اطمینانی ظاہر کریں گے۔''

''ٹھہریئے..... فون کہاں ہے۔ ہم اُسے چیک کئے لیتے ہیں۔'' واصف نے کہا اور تفضل کے اشارے پر اس کے ساتھ باہر چلا گیا۔

پھر کچھ دیر کیلئے یہاں سناٹا چھا گیا تھا۔ قاسم نے مڑ کر ان کی طرف نہیں دیکھا۔ اس کے چہرے پر بھی تفکر کے آثار تھے۔ لیکن اکثر یہ بھی محسوس ہونے لگتا جیسے اندر ہی اندر کھول رہا ہو۔

دفعتاً مسز تفضل نے حمید سے پوچھا۔ ''واصف صاحب آپ کو کب سے جانتے ہیں۔''

''سالہا سال سے..... سردیوں میں ہم دونوں لومڑیوں کا شکار کھیلا کرتے تھے۔ ٹیکم گڈھ میں۔''

''کچھ بھی ہو..... یہ سب ہوا آپ ہی لوگوں کی بدولت۔''

''جی ہاں درست ہے۔ نہ ہم بھوتوں کو چھیڑتے اور نہ وہ ایک زندہ آدمی کو لے بھاگتے۔''

قاسم بے ڈھنگے پن سے ہنس پڑا اور بولا۔ ''یار ہو بالکل چغد..... عورت کو آدمی کہتے ہو۔''

''پھر بولے تم۔'' حمید جھنجھلا گیا۔

''نہیں..... اَب کی عورت کو مولوی صاحب بھی کہہ دینا۔ میں کھاموش ہی رہوں گا۔''

قاسم نے اپنی دانست میں طنزیہ لہجہ اختیار کیا..... اور مسز تفضل بے اختیار مسکرا پڑی۔

قاسم نے پھر منہ پھیر لیا۔ ورنہ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر اس کی تو باچھیں کھل جاتیں اور حمید اُسے قابو میں نہ رکھ سکتا۔

مسز تفضل نے کہا۔ ''جہاں تک مکان کے آسیب زدہ ہونے کا سوال ہے اب اس میں شبہے کی گنجائش نہیں رہی۔ لیکن بے بی کے معاملے کو اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ یہ کوئی اور ہی تھا جس نے اس ہنگامے سے فائدہ اٹھایا۔''

''یعنی ارشاد کا نام یقین کے ساتھ نہیں لیا جا سکتا۔''

''وہ بھی ہو سکتا ہے..... وہی ایسا ہے جس کی آمد و رفت یہاں زیادہ رہی ہے۔''

''قدیر صاحب کے متعلق کیا خیال ہے۔''

''آپ بکواس کرر ہے ہیں۔'' مسز تفضل حلق پھاڑ کر چیخی۔

''خدا کا شکر ہے کہ میں کھاموش ہوں۔'' قاسم نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

''آپ کو قدیر کا نام لینے کی جرأت کیسے ہوئی.....آپ اسے کیا جانیں.....نسرین اُسے ماموں کہتی ہے.....وہ میرا بھائی ہے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ اچانک کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

کچھ دیر بعد واصف اور تفضل واپس آئے اور واصف نے مسز تفضل کو بتایا کہ اس نے ارشاد کے لئے قریبی تھانے کے انچارج کو فون کر دیا ہے۔

''فضول ہے.....واصف صاحب۔'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''مناسب یہی ہے کہ آپ ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالیں اور زبردستی ہمیں یہاں سے گھسیٹ لے جائیں۔''

''کیوں.....کیوں.....؟'' واصف کے لہجے میں تحیر تھا۔

''بھوت یہی چاہتے ہیں۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''اگر آپ ہمیں اس مکان میں قیام کرنے سے باز رکھیں تو نسرین صاحبہ بھی واپس آ جائیں گی۔ یعنی بھوت صاحبان انہیں ریلیز کر دیں گے۔''

''اُوہ.....!'' مسز تفضل نے دانت پیس کر بائیں ہتھیلی پر مکا مارا۔ ''پھر وہی باتیں۔ گویا ہم مکان خالی کرانے کے لئے خود ہی بھوت بن گئے ہیں۔''

''ارے نہیں بیغم صاحب۔'' قاسم نے دانت نکال دیئے۔ ''ہی ہی ہی.....آپ اور بھوت.....لاحول بلا کوت.....!''

''میں نے یہ تو نہیں کہا۔ صرف بھوتوں کی خواہش ظاہر کی ہے۔ ورنہ نسرین صاحبہ تو شائد اب بھی اسی عمارت میں موجود ہیں۔''

''عمارت کا کونا کونا ہم نے دیکھ ڈالا ہے۔'' تفضل نے غصیلی آواز میں کہا۔

''شائد میں انہیں ان کی خواب گاہ ہی سے برآمد کرسکوں۔'' حمید نے مسز تفضّل کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے کہا۔لیکن وہاں حیرت کے اظہار کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔

''بڑی عجیب باتیں کررہے ہیں آپ۔'' واصف مسکرا کر بولا۔''خیر آیئے دیکھیں۔''

''یہ حضرت پتہ نہیں کس چکر میں ہیں۔'' بیگم تفضّل بڑبڑاتی ہوئی اُنکے پیچھے چل رہی تھی۔

وہ ''بے بی'' کی خواب گاہ میں آئے۔واصف چاروں طرف دیکھ کر حمید کی جانب مڑا۔ اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔حمید مسز تفضّل کو گھور رہا تھا۔لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ ویسے چہرہ پرسکون ہی دکھائی دیتا تھا۔

بے بی کی مسہری خالی پڑی تھی۔بستر شکن آلود تھا۔دفعتاً حمید نے آگے بڑھ کر مسہری سے فرش تک لٹکی ہوئی چادر اٹھادی۔

''اُوہ.....!'' واصف جھک کر دیکھنے لگا۔نسرین مسہری کے نیچے فرش پر چت پڑی ہوئی تھی۔

''کیا ہے.....کیا بات ہے۔'' تفضّل نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔کیونکہ اس طرح اچانک جھک پڑنا اس کے بس کا روگ تو نہیں تھا۔

بیگم تفضّل بھی جھکی تھی اور قاسم نے تفضّل کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا۔''اللہ کی مرجی.....ہم دونوں اتنی جلدی جھک بھی تو نہیں سکتے۔''

قاسم کی جاسوسی

فرہاد اپنا نام سن کر آپے سے باہر ہوگیا۔پہلے اپنی چچی اور چچا کو بُرا بھلا کہتا رہا پھر پوچھا۔''یہ کب کی بات ہے؟''

''پچھلی رات کی۔'' واصف نے جواب دیا۔

''اس سے بڑی بیہودگی آج تک میری نظروں سے نہیں گذری۔آخر مجھ پر کیوں شبہ کیا گیا۔''

''بیگم تفضل کا خیال ہے کہ آپ بھی محترمہ نسرین کے امیدواروں میں سے ہیں۔'' حمید بولا۔

''مگر میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کو ان معاملات سے کیا سروکار۔'' فرہاد اس پر الٹ پڑا۔

''مطمئن رہئے۔'' حمید مسکرایا۔ ''امیدواروں کی فہرست میں اضافہ نہیں ہوا۔ چونکہ اب سارا الزام ہم ہی دونوں پر ہے۔ اس لئے اصلیت معلوم کرنے کی فکر ہونی ہی چاہئے۔ جب وہ اپنے ہی پلنگ کے نیچے سے برآمد ہوئیں تو دونوں نے برملا ہمیں ہی الزام دینا شروع کر دیا۔ اتفاق سے دریافت بھی میری ہی تھی۔''

''میں نے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ مکان کے حصول سے باز رہئے۔''

''درست ہے۔ میں نے آپ کی بات نہیں مانی تھی۔ اس لئے.....؟''

''ٹھہریئے! کسی غلط نتیجے پر پہنچنے سے پہلے یہ بھی سوچ لیجئے کہ آپ کے وہاں نہ جانے سے میرا کیا فائدہ ہوتا۔''

''میں یہی معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں مسٹر فرہاد.....ارر.....ارشاد۔''

''کیا اس خاندان میں کوئی مجھے فرہاد کے نام سے یاد کرتا ہے۔''

''آپ بھول رہے ہیں۔ پرسوں رات ہوٹل میں کسی نے آپ کو اسی نام سے آواز دی تھی۔''

''ہاں تو مجھے یہاں کیوں طلب کیا گیا ہے جناب۔'' فرہاد نے واصف سے پوچھا۔

''ظاہر ہے کہ نسرین گھر سے برآمد ہوگئی تھی۔''

''دراصل مجھے بھی ان بھوتوں سے کچھ دلچسپی سی ہوگئی ہے۔'' واصف مسکرایا۔

''تو آپ کو مایوسی ہی ہوگی۔ آپ کے کسی کام نہیں آسکوں گا۔ میں نہیں جانتا کہ اصلیت کیا ہے۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں انہیں صورت حال سے آگاہ کر دوں اور اگر یہ تیار ہو جائیں تو ادا کیا ہوا کرایہ انہیں واپس کر دوں۔''

''آپ کو کس نے بھیجا تھا۔''

''چچی صاحبہ نے۔''

یہ گفتگو دوسری صبح واصف کے دفتر میں ہو رہی تھی۔ لیکن قاسم یہاں موجود نہیں تھا۔ صبح

ہوتے ہوتے بیگم تفضّل اس پر بہت مہربان ہوگئی تھیں اور وہ وہیں رہ گیا تھا۔

حمید نے اُسے اس سے باز رکھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ البتہ یاد دہانی ضرور کرائی تھی کہ وہ اُسے اسسٹ کر رہا ہے..... خود بھی جاسوس ہے۔

اس پر قاسم نے سر پیٹتے ہوئے کہا تھا۔ ''قیا بتاؤں اس سالے دماگ کا بس بات کرتے کرتے کھٹاک سے آؤٹ ہوجاتا ہے۔ اچھا بیٹا تم میری گردن میں گھنٹہ لٹکا دو۔ وہ بجتا رہے غا اور میں یاد کرتا رہوں غا کہ میں بھی سالا جاسوس ہوں۔''

''میں تمہیں مرغا بھی بنا سکتا ہوں کہ ککڑوں کوں کے علاوہ اور کچھ بول ہی نہ سکو..... مگر تم خود ہی ہوش میں رہنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔''

''اَب قروں غا۔'' قاسم نے بڑی سعادت مندی سے جواب دیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ بات کسی طرح ختم ہو اور حمید دفع ہوجائے۔ ورنہ وہ تو اسی پر بحث شروع کر دیتا کہ آخر مرغ ''ککڑوں کوں'' کے علاوہ اور کچھ بول ہی کیوں نہیں سکتے۔ کس نے منع کیا ہے انہیں کہ وہ ''ککڑی کیں'' نہ بولیں۔ یا پھر بات مرغ سے مرغ مسلم تک جا پہنچتی۔

بہر حال حمید تنہا واصف کے آفس کے لئے روانہ ہوگیا تھا اور اب سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ قاسم ہی کو اس فرہاد پر مسلط کر دیا جائے۔

''آپ بہت اچھا پڑھتے ہیں۔'' حمید نے کہا۔ ''کل میں نے سنا تھا۔''

''شکریہ۔'' فرہاد کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

''لیکن کتا بیچارہ مفت میں مارا گیا۔''

''کیا مطلب.....؟''

''اوہ..... ایک بات مسٹر..... ذرا یہ تو بتایئے..... کیا کل آپ سے سنانے کی فرمائش کی گئی تھی۔'' حمید نے پوچھا۔

''میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کو ان معاملات سے کیا سروکار۔''

''پلیز.....!'' واصف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''ہوسکتا ہے کہ یہ سوال اہم بھی ہو۔ اگر یہ نہ

پوچھتے تو میں بھی یقینی طور پر یہی سوال اٹھاتا۔"

"جی ہاں! مجھ سے فرمائش کی گئی تھی اور یہ فرمائش چچی صاحبہ کی تھی..... پھر!"

"پھر کیا! آپ کے چلے آنے پر تفضل صاحب بہت گرم ہوئے تھے۔" حمید نے کہا۔ "اور بیگم صاحبہ ڈنڈا لے کر کتے پر پل پڑی تھیں اور اُسے ختم ہی کر دیا تھا۔"

"ڈنڈے سے۔" فرہاد کے لہجے میں تحیر تھا۔

"جی ہاں۔"

"آپ مذاق کر رہے ہیں۔ ناممکن۔ وہ بڑا جاندار کتا ہے..... ڈنڈوں سے نہیں مر سکتا۔"

"تصدیق کر لیجئے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"مگر آپ پچھلی رات کہاں تھے۔" واصف نے پوچھا۔ "میں نے تین بجے آپ سے رابطہ قائم کرنا چاہا تھا۔"

"دیکھئے جناب۔ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ نو بجے سے ساڑھے تین بجے تک میں فیریز ڈریم نائٹ کلب سے باہر نہیں نکلا تھا۔ میرے ساتھ پانچ آدمی اور بھی تھے۔"

"مشکور ہوں گا اگر آپ ان کے نام اور پتے نوٹ کرا دیں۔" واصف نے کہہ کر گھنٹی بجائی اور اس کا اسٹینو اندر آیا۔ اس نے فرہاد کے بتائے ہوئے نام اور پتے نوٹ کئے۔

فرہاد کے چلے جانے پر واصف نے حمید سے کہا۔ "آخر آپ کتے والے مسئلے کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہیں۔"

"مجھے یقین ہے کہ وہ ڈنڈے کی ضربات سے نہیں مرا۔ اُسے زہر دیا گیا تھا۔"

"اُوہ.....!"

"تفضل نے وہ کتا رکھوالی کے لئے پالا تھا۔ حالانکہ ان کے یہاں چوکیدار بھی ہے..... لیکن ایک رات تفضل نے کچھ نامعلوم آدمیوں کو کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے دیکھا اور دوسرے ہی دن کتا خرید لایا۔ بیوی کتا رکھنے کی مخالفت کرتی رہی تھی۔ لہٰذا جب بھی اُسے تفضل پر غصہ آتا ڈنڈا سنبھالتی اور کتے کی مرمت شروع کر دیتی۔ کیا ممکن نہیں ہے کہ کل اس نے دیدہ دانستہ

فرہاد سے غزل کی فرمائش کی ہو جبکہ تفضّل شاعری سے سخت بیزار ہے اور اُسے پسند نہیں کرتا کہ اس کی چھت کے نیچے اشعار ااپے جائیں۔ مقصد یہ رہا ہو کہ تفضّل کو غصہ آ جائے اور بیوی اپنا غصہ کتے پر اتارے۔ لیکن یہ بھی اس کے بس کا روگ نہیں تھا کہ محض ڈنڈے کی ضربات سے کتے کو ہلاک کر دیتی اس لئے کتے کو پہلے ہی سے زہر دے دیا ہو۔ ایسا زہر جو دیر میں اثر کرے۔ بہرحال جس وقت وہ اُسے ڈنڈے مار رہی تھی زہر نے بھی اپنا کام شروع کر دیا تھا اور تفضّل یہی سمجھا کہ ڈنڈا ہی موت کا باعث بنا تھا۔“

”مگر مقصد.....؟“

”کتے کی موجودگی میں بھوت نہ پیدا کئے جاسکتے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”بھوتوں کا ڈرامہ گھر کے افراد نے اسٹیج نہ کیا ہوگا۔ اس کیلئے ایسے ہی آدمی رہے ہوں گے جن پر کتا چڑھ دوڑتا۔ یعنی وہ اس کے لئے اجنبی ہوتے۔“

”قرین قیاس ہے۔“ واصف کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”لیکن پھر تفضّل تو نکلا جاتا ہے۔“

”میں تفضّل کی بیوی کی بات کر رہا ہوں۔ وہی نہیں چاہتی تھی کہ مکان کرایہ پر دیا جائے۔“

”پھر بھی مقصد دریافت طلب ہی رہے گا۔“

”یہی تو دیکھنا ہے کہ وہ مکان کرایہ پر نہ دینے کے لئے اس حد تک کیوں بڑھ گئی تھی۔“

”بہرحال الجھا دیا معاملے کو۔“ واصف مسکرایا۔ ”کرنل کی صحبت نے آپ کو بھی.....“

”اب دیکھنا ہے کہ فرہاد کس قسم کا رول ادا کر رہا ہے۔ کیا وہ کتے والی سازش میں دیدہ دانستہ شریک ہوا تھا یا لاعلمی میں آلہ کار بن گیا تھا۔“

”چھوڑیئے..... حمید صاحب۔ کتے کی موت اتنی اہم نہیں ہوسکتی کہ ہم سراغ رسانی کرنے بیٹھ جائیں۔“ واصف مسکرا کر بولا۔

”اب اس گھر میں کسی آدمی کی موت بھی برحق ہے۔“

”یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔“

''امکانات ہیں۔ اتنے لمبے چوڑے اور خطرناک ڈرامے کسی ذرا سی بات کے لئے نہیں اسٹیج کئے جاتے۔''

واصف نے اس جملے کی وضاحت چاہی۔ لیکن حمید نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ وہ اس مسئلے پر مزید غور کرنا چاہتا ہے۔

حمید واپس آیا تو برآمدے میں قدم رکھتے ہی شور سنائی دیا۔ آوازیں اندر سے آرہی تھیں۔ اس نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ یہاں آنے کی ضرورت ہی نہیں تھی پہلے وہ آسیب زدہ عمارت کی طرف گیا تھا۔ مگر پھر اُسے مقفل دیکھ کر ادھر چلا آیا۔ مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ قاسم کو ساتھ لے جائے۔

ایک ملازم نے دروازہ کھولا اور پھر پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ ''تشریف لائیے جناب۔''

راہداری میں داخل ہوتے وقت اُس نے قاسم کی آواز سنی وہ غالباً کسی پر برس رہا تھا۔

ڈرائنگ روم میں فرہاد بھی دکھائی دیا۔ اس کے چہرے پر وحشت طاری تھی کیونکہ قاسم اسی سے مخاطب تھا۔ حمید کو دیکھتے ہی وہ اس کی طرف مڑا۔

''آؤ..... آؤ..... بی جمالو'' وہ دہاڑا۔ سالے بھس میں چنگاری ڈال کر الگ بیٹھے رس ملائی کھا رہے ہو۔ تم نے اس شاعر کے بچے سے کیا کہہ دیا ہے..... کھوامکھواہ بیگم صاحب کے سر ہو رہا ہے۔''

''مت بکواس کرو۔'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''یہاں کیا کر رہے ہو چلو.....!''

''میں یہیں رہوں گا۔'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ ''تم کو آجاد کر دیا ہے جہاں جی چاہے رہو میرے ٹھینگے سے۔''

''لٹکاؤں گھنٹہ گردن میں۔''

''اوہ.....ہو.....!'' قاسم یک بیک چونک کر سنبھلا۔ چند لمحے خاموشی سے پلکیں جھپکاتا رہا پھر مردہ سی آواز میں بولا۔ ''چلو۔''

''کیا بات ہوئی۔'' بیگم تفضل بول پڑی۔

''بس قیا بتاؤں بیگم صاحب..... بات نہیں موت ہوئی ہے۔'' قاسم گھگھیایا۔ ''اور یہ سب سالے ابا جان کی وجہ سے ہو رہا ہے۔'' پھر گرج کر بولا۔ ''مین کہتا ہوں ایسا نالائک باپ کیوں پیدا ہوتا ہے۔''

''میں نہیں سمجھ سکتی کہ آپ اپنے ابا جان پر کیوں خفا ہوتے رہتے ہیں۔''

''بس قیا بتاؤں.....تجمل بھائی کے ابا جان بڑے اکلمند آدمی رہے ہوں غے۔''

''میں کچھ بھی نہیں سمجھی۔''

''ارے..... وہ ہی ہی ہی ..... جانے دیجئے۔ مطلب یہ کہ تجمل بھائی جتنے تگڑے ہیں.....!''

''قاسم.....!'' حمید نے پھر للکارا۔

''اچھا بیٹا۔'' قاسم اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ ''تم سالے دل کا بکھار بھی نہیں نکالنے دیتے۔ تمہارے تو باپ دادا کی بھی کبھی شادی نہیں ہوئی تھی تم قیا جانو۔'' پھر اس نے ٹھنڈی سانس لی ''اللہ.....!''

''بھئی.....خدا کے لئے انہیں لے جایئے۔'' تفضل بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

قاسم نے قہر آلود نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ مگر کچھ بولا نہیں۔ حمید کے مڑتے ہی خود بھی چپ چاپ دروازے کی طرف مڑ گیا۔

''تم کیا کرتے رہے تھے۔'' حمید نے باہر نکل کر پوچھا۔

''تمہاری ناک کاٹتا رہا تھا۔'' قاسم اکڑ کر بولا۔ ''تمہارے باپ نے بھی کبھی ایسی جاسوسی نہ کی ہوگی..... بیٹا.....ایسی ایسی باتیں معلوم کی ہیں جو کسی کو بھی نہ معلوم ہوں گی۔''

''ہوں.....اور خود بھی دوسروں کو معلومات بہم پہنچائی ہوں گی۔''

''اتنا چگد نہیں ہوں۔'' قاسم نے دانت نکالے۔ ''سنو..... یہ جو بیغم ہیں نا ان کی ایک خالہ تھیں جو شکر قند بہت کھاتی تھیں۔ ایک دن وہ بیٹھی شکر قند کھا رہی تھیں کہ ان کے میاں آ گئے۔ بہت کھفا ہوئے۔ کھالا کو بھی غصہ آ گیا اور شکر قند ان کے حلق میں پھنس گئی۔ بس پھر تیا تھا تڑ سے وہیں گریں اور مر گئیں.....اب بتاؤ بیٹا۔''

مطلع ابر آلود تھا۔ کسی قدر خنکی بھی تھی اور وہ لان کے وسط میں گھاس پر جا بیٹھے۔ دور دور تک کسی کا پتہ نہیں تھا۔

''ہاں تو بتاؤ نا.....!'' قاسم بولا۔

''یہ جاسوسی کی ہے تم نے۔''

''کرو..... بحث شروع کرو.....ابھی نقل آئے گی جاسوسی بھی تم اور قرنل صاحب بھی تو بحث مارتے ہو اور نقلنے لگتی ہے.....جاسوسی۔ میں قہتا ہوں شقر کند.....کھاتے دیکھ کر کھفا ہونے کی کیا جرورت تھی.....اب تم کچھ قہو۔''

''بہک رہے ہو تم.....اُن کی خالا کا اس کیس سے کیا تعلق.....!''

''ان پر بھی کسی جن کا سایہ تھا..... جب جن آتا تھا تو وہ پانچ سیر شقر قند لے کر بیٹھ جاتی تھیں۔ اور تھرتھرانے لگتی تھیں۔ میاں کا دیوالہ نکل رہا تھا۔ روزانہ پانچ دس سیر شقر کند..... جب شقر کند کی فصل نہیں ہوتی تھی تو کچے بینگن.....اُوع.....ارے باپ رے۔ ابے کیسے کھائے جاتے رہے ہوں گے۔''

اُسے پھر اوبکائی آ گئی اور وہ دونوں ہاتھوں سے سینہ پیٹنے لگا۔

''نسرین نے کیا بتایا ہے.....پچھلی رات وہ بیہوش کیسے ہوئی تھی۔''

''بس کھاموش۔'' قاسم ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اس کا تو نام ہی مت لو..... ہڈیاں سلگتی ہیں اس کی صورت دیکھ کر.....ایسی آنکھیں بنائے رکھتی ہے جیسے پھونک دو تو اڑ جائے گی۔ اے میں تو قہتا ہوں کہ رات ہی کیوں نہیں مر گئی۔''

''کیوں بکواس کر رہے ہو۔ تمہارا اُس نے کیا بگاڑا ہے۔''

''میرا نہیں بگاڑا تو کسی دوسرے کا بگاڑے گی۔ اللہ کرے مر جائے..... میں تو قہوں گا ..... دیختا ہوں تم کیا کر لیتے ہو۔ اسے چھوڑو..... ہی ہی ہی..... قہاں کی بات نکل آئی۔ اچھا یہ بتاؤ تجل کی تلاخ نہیں ہو سکتی کیا.....!''

''کیوں.....!'' حمید نے معنی خیز انداز میں آنکھیں نکالیں۔

''بیغم صاحب اس سے کتنی لمبی ہیں۔ جبھی تو سالے نے کہا تھا۔ ان کو یہاں سے لے جایئے۔''

''یہ جاسوسی کرتے رہے ہو تم حرام خور۔''

''حمید بھائی..... پیارے حمید بھائی۔'' قاسم گھگھیایا۔ ''قچھ کرو..... اب میں نے ایک جاسوسی ناول میں پڑھا تھا کہ سرکاری جاسوس کو ہیروئن سے محوبت ہو گئی تھی۔ پکڑ دھکڑ ہو جانے کے بعد ہیروئن کے ابا میاں بہت خوش ہوئے تھے اور سکینہ بیگم کی شادی انسپکٹر محمد علی سے ہو گئی تھی۔''

''خیر..... خیر..... میں دیکھوں گا۔ کسی سے سنا تو ہو گا کہ نسرین نے کیا بتایا تھا۔''

''نہیں پہلے تم وعدہ کرو کہ کچھ کرو گے۔ اس بار حمید بھائی۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''اس بار مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے قلیجہ نکل پڑے گا۔ وہ مسکرا کر کہتی ہیں..... قاسم صاحب آپ بڑے بھولے آدمی ہیں..... ہائے میں بھولا ہوں..... دیخو..... نہیں..... جرا دیکھو میرے چہرے پر بھولا پن ہے کہ نہیں۔''

اس نے خاموش ہو کر بڑی مضحکہ خیز صورت بنائی..... پلکیں جھکی پڑ رہی تھیں۔ ہونٹ شرمیلے انداز میں پھیل رہے تھے اور گال پھڑکنے لگے تھے۔

''اچھا میں کچھ کروں گا..... بتاؤ۔''

''کیا بتاؤں..... میں یہ چاہتا ہوں کہ تلاخ ہو جائے۔''

''ابے میں نسرین کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔''

''تمہارے لئے بالکل ٹھیخ رہے گی۔ تمہیں پسند ہیں ناویسی آنکھیں..... مگر مجھے جلن لگتی ہے۔ جب دیکھے گی تو ایسا معلوم ہو گا جیسے پانی مانگ رہی ہو۔''

''وہ کیسے بیہوش ہوئی تھی۔''

''بس کھاموش کھڑی تھی کہ کھوپڑی کے چاروں طرف دھواں ناچنے لگا۔ اس نے چیخیں ماریں اور بیہوش ہوگئی۔''

''کوئی دکھائی نہیں دیا تھا۔''

''قوئی نہیں.....مر نہ جاتی اگر دکھائی دیا ہوتا۔''

''اچھا خاموش رہو۔ فرہاد آرہا ہے۔'' حمید نے کہا اور جیب سے پائپ نکال کر اس میں تمبا کو بھرنے لگا۔ فرہاد برآمدے سے اُتر کر انہیں کی طرف آرہا تھا۔

اس نے کچھ کہے بغیر ان کے قریب ہی بیٹھ کر ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایس۔ پی واصف سے آپ لوگوں کے گہرے مراسم ہیں۔''

''آپ نے غلط نہیں سنا۔''

''اور آپ شاید تہیہ کر چکے ہیں کہ اس سازش سے پردہ اٹھادیں۔''

''سازش! کمال ہے آپ بھی اسے سازش قرار دے رہے ہیں۔''

اس سے پہلے کبھی مجھے بھوتوں کا تجربہ نہیں ہوا۔ یقین کیجئے میں نے صرف ایک پیغام آپ تک پہنچایا تھا۔ لیکن اب میں اس کا مقصد سمجھنے سے قاصر ہوں۔ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے آلہ کار بنانے کی کوشش کیوں کی گئی ہے۔

''بھوت! بھوت ہی ٹھہرے۔ آپ خواہ مخواہ گھر والوں سے بدگمان ہو رہے ہیں۔''

''جی نہیں۔'' اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''میں سب سمجھتا ہوں۔ لیکن یاد رکھئے کہ میں صرف شاعر ہی نہیں ہوں میری انگلیاں ٹریگر پر بھی بہت اچھی چلتی ہیں، خون کی ندیاں بہادوں گا۔''

''کس کے خلاف.....!''

لیکن فرہاد جواب دینے کی بجائے اٹھا اور تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔

بیگم کی چیخ

رات کے نو بجے تھے اور حمید اس وقت رام گڈھ کے سب سے اونچے نائٹ کلب فیریز ڈریم میں فرہاد کی نگرانی کر رہا تھا۔ قاسم ساتھ نہیں آیا تھا۔ آتا بھی کیسے۔ دن تو کسی طرح جاگ کر گزار دیا تھا..... لیکن شام ہوتے ہی نیند نے چکر دینے شروع کر دیئے اور وہ اسی آسیب زدہ مکان میں جاکر ڈھیر ہوگیا تھا۔ حمید نے وہاں سے ہٹنے پر آمادگی نہیں ظاہر کی تھی اس لئے واصف نے چار مسلح کانسٹیبل بھیج دیئے تھے۔ ورنہ اس کا تو یہی خیال تھا کہ حمید اُن گھریلو قضیوں میں الجھنے کی بجائے تفریح کرے۔

بہر حال حمید قاسم کی طرف سے مطمئن ہو کر فرہاد کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا تھا۔ وہ فیریز ڈریم میں ملا اور یہاں حمید اس کی میز سے اتنے ہی فاصلے پر تھا کہ اس کی آواز بہ آسانی سن سکتا لیکن فرہاد کے فرشتے بھی اُسے نہ پہچان سکتے۔

میک اپ تھا تو ریڈی میڈ ہی قسم کا لیکن حلیہ یکسر بدل کر رہ گیا تھا۔ اس وقت اس کے نتھنوں میں فریدی کے ایجاد کردہ اسپرنگ تھے جن کے دباؤ سے ناک کی نوک اوپر اٹھ جاتی تھی اور اوپری ہونٹ بھی اس کے ساتھ ہی کسی قدر سکڑ کر اس طرح اوپر اٹھ جاتا تھا کہ دانت نظر آنے لگتے تھے۔

فرہاد اپنی میز پر تنہا نہیں تھا۔ ایک خوش پوش آدمی اور بھی تھا لیکن لب ولہجہ کے اعتبار سے وہ فرہاد ہی کے طبقے سے متعلق نہیں معلوم ہوتا تھا۔

''او..... پیارے۔'' وہ فرہاد سے کہہ رہا تھا۔ ''کبھی کچھ کہہ کر بھی تو دیکھو۔ بڑے بڑے تڑم خاں دیکھے ہیں میں نے..... لیکن کسی کی بھی آنتیں پیٹ کے اندر نہیں رہی تھیں۔''

''ابھی نہیں۔'' فرہاد بولا۔ ''پانی سر سے اونچا ہونے کا انتظار تو کرنا ہی پڑے گا۔''

''اَے جاؤ...... میرا معاملہ ہوتا تو اب تک کئی خون ہو چکے ہوتے۔''

اتنے میں ویٹر کشتی میں بوتلیں اور گلاس لے آیا۔ پیتے وقت بھی دونوں باتیں کرتے رہے لیکن صاف طور پر نہیں کہا جا سکتا تھا کہ موضوع گفتگو کیا ہے اور دوسرے آدمی نے کس سلسلے میں ڈینگیں ماری تھیں۔

ساڑھے دس بجے کے قریب فرہاد اٹھ گیا۔ اس کے قدموں میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ تھی۔ لیکن حقیقتاً زیادہ نشے میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔

دوسرا آدمی بیٹھا ہی رہا۔ جب فرہاد نکاسی کے دروازے کے قریب پہنچا تو حمید بھی اٹھا۔ کمپاؤنڈ میں پھاٹک کے قریب اندھیرا تھا۔ فرہاد پیدل ہی پھاٹک کی طرف بڑھتا رہا۔ یک بیک حمید کو ایک آدمی اور بھی نظر آیا جو بائیں جانب سے روشنی میں آ کر فرہاد پر جھپٹا تھا۔ ایک پل کے لئے کوئی چیز چمکی اور ساتھ ہی فرہاد کی چیخ بھی سناٹے میں تیرتی چلی گئی۔ دوسرا آدمی چھلانگ مار کر ڈونیا کی باڑھ پار کر گیا۔

''اُغے باپ رے۔'' قاسم حلق پھاڑ کر دہاڑا..... آنکھیں تو اسی وقت کھل گئی تھیں جب کوئی وزنی چیز اس پر گری تھی اور پھر وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا تھا۔ جسم پر وزن کا دباؤ اب بھی پڑ رہا تھا۔ کانپتا ہوا وزن..... پھر کوئی چیز اس کی ناک کے بائیں نتھنے میں گھستی چلی گئی۔

''آق چھیں.....!'' وہ چھینک مار کر چیخا۔ ''اَبے اَبے..... کون ہے۔''

''کک..... کانسٹیبل.....!'' کانپتے ہوئے بوجھ سے آواز آئی۔

''ابے تو میری ناک میں کیوں گھسے جا رہے ہو۔'' اس نے ناک میں گھسنے والی چیز پر جھپٹا مارا۔

''ارر.....ارر.....اُوف.....مم.....مونچھ ہے.....ارے مونچھ.....ابے چھوڑ۔''

ساتھ ہی قاسم کے سینے پر دھم سے ایک گھونسہ بھی پڑا اور کانسٹیبل کی نوکیلی مونچھ ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس نے جھلا کر کانسٹیبل کو جھٹک دیا اور وہ پتہ نہیں کتنے فاصلے پر گر کر کراہا۔

اچانک صحن میں روشنی کا جھما کا ہوا۔

''ہوہو.....ہو.....'' کانسٹیبل کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلنے لگیں اور قاسم غیر شعوری طور پر اس کا ساتھ دینے لگا۔

پوری عمارت پر اندھیرا مسلط تھا۔

''خبر دار.....خبر دار.....!'' غالباً کسی جی دار کانسٹیبل نے ہانک لگائی.....آواز دور کی تھی۔ ہوسکتا ہے یہ وہ کانسٹیبل رہا ہو جو صدر دروازے کی نگرانی کررہا تھا۔

روشنی کا جھما کا پھر ہوا۔ لیکن اس بار قاسم کی ''ہو ہو'' رک گئی۔ اس کی عجیب سی کیفیت تھی۔ نہ وہ خائف تھا اور نہ کسی قسم کی کمزوری ہی محسوس کررہا تھا۔ ذہن بالکل سپاٹ تھا۔

پھر اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اچانک سارے بلب روشن ہوگئے تھے۔ وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھ بیٹھا۔ کانسٹیبل فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ غالباً اس پر غشی طاری تھی۔

''کیا بات ہے۔'' کسی نے للکار کر پوچھا اور وزنی قدموں کی آوازیں نزدیک آتی گئیں۔

پھر باہر والا کانسٹیبل کمرے میں داخل ہوا۔

''ارے..... یہ کیا ہوا.....وہاں..... باہر خون۔'' اس نے خوفزدہ سی آواز میں کہا۔

''ٹھینگے پر گیا خون وون..... یہ مجھ پر کیوں چڑھ بیٹھے تھے۔''

''آپ پر.....!''

''قس مصیبت میں جان پڑ گئی ہے۔''

''وہ دونوں کہاں ہیں۔''

''ہوں گے قہیں.....میں کیا جانوں۔''

''ارے اوہو.....وہ دونوں تو اس کی کوٹھی میں ہوں گے۔'' کانسٹیبل بیہوش کانسٹیبل پر

جھکتا ہوا بڑبڑایا۔

اس نے اسے سیدھا کیا اور اٹھا کر مسہری پر ڈال دیا۔ پھر قاسم سے پوچھنے لگا کہ اندر اندھیرا کیسے ہو گیا تھا۔ شائد اس نے روشنی کے جھماکے نہیں دیکھے تھے۔

''اے..... مجھ سے کچھ نہ پوچھو..... میں بے کھبر سو رہا تھا۔ پیارے بھوت بھائی سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ارے باپ رے..... قہاں ہے خون۔''

''کئی جگہ۔''

اتنے میں کسی نے دونوں کانسٹیبلوں کو باہر سے آواز دی۔

''اندر آجاؤ..... خاں صاحب۔'' کانسٹیبل نے چلا کر جواب دیا۔

''باہر آؤ..... کوٹھی میں گڑبڑ ہے۔'' باہر سے پھر آواز آئی۔

''ارے تو یہیں کون سے لڈو بٹ رہے ہیں۔'' قاسم نے ہانک لگائی۔

کانسٹیبل دروازے کی طرف بڑھا اور قاسم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''اے میں بھی چل رہا ہوں۔''

''آپ یہیں ٹھہریئے..... یہ بیچارا بیہوش ہے۔''

''میں بے چارہ بھی کسی سالے سے کم نہیں ہوں۔ بیہوش ہو غیا تو کیا ہو گا۔''

اتنے میں آواز دینے والا خود ہی اندر آ گیا۔ یہ بھی انہیں کانسٹیبلوں میں سے تھا۔ اس نے بتایا کہ تفضل کی رہائشی کوٹھی سے گولی چلنے کی آواز آئی تھی اور عورتیں چیخنے لگی تھیں۔

''چلو ٹھیک ہے'' قاسم سر ہلا کر بولا۔ ''شروع ہو گئی ٹھائیں ٹھوئیں بھی۔ مگر وہ قہاں ہیں لارڈ کرزن کے بھتیجے۔''

''کون.....؟''

''ارے وہی..... جا..... اررہپ۔'' اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ دبا لیا۔

''آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

''قچھ نہیں..... وہ میرے ساتھی۔''

''ہم نہیں جانتے۔'' کانسٹیبل نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس کی نظر صحن میں پھیلے ہوئے خون پر پڑ گئی۔ غالباً پہلے نہیں دکھائی دیا تھا۔

''ارے یہ خون۔''

''بھوت.....!'' قاسم کا مختصر سا جواب تھا۔ کانسٹیبل سناٹے میں آ گیا۔

پہلے کانسٹیبل نے اس سے کہا۔ ''تم یہیں ٹھہرو! میں دیکھتا ہوں۔ سجاد کہاں ہے۔''

''وہیں۔'' دوسرے کانسٹیبل نے جواب دیا اور اب اُسے گھورنے لگا جو وہیں بیہوش پڑا تھا۔

''ان دونوں نے کچھ دیکھا ہے۔ میں باہر تھا۔'' پہلا بولا۔

''اسے تو پھر میں یہاں نہیں ٹھہروں گا۔'' دوسرا بولا۔ ''اسے بھی اٹھائے لیتے چلو۔''

''کائدے کی بات ہے۔'' قاسم سر ہلا کر بولا۔

دوسری صبح حمید واصف کے آفس میں نظر آیا.....واصف گہری سوچ میں تھا۔

''آپ کو یقین ہے کہ وہ قدیر ہی تھا۔'' واصف نے پوچھا۔

''بس ایک جھلک نظر آئی تھی لیکن مجھے یقین ہے کہ قدیر ہی تھا۔ مگر میں تعاقب نہ کر سکا۔ ہاں ارشاد نے کوئی بیان دیا۔''

''ہاتھ بہک گیا تھا حملہ آور کا.....ورنہ بیان دینے کے قابل ہی نہ رہتا۔ معمولی زخم ہے۔ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا۔'' واصف بولا۔ ''اسے حملہ آور کو دیکھنے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔ لیکن اس نے بھی قدیر ہی کے خلاف شبہ ظاہر کیا ہے کیونکہ اس کی دانست میں قدیر بھی نسرین کے امیدواروں میں سے ہے اور بھئی وہ تو کہتا ہے کہ اس کا اور نسرین کا رومان بہت دنوں سے چل رہا تھا۔ لیکن مسز تفضل اس کی شادی قدیر سے کرنا چاہتی ہے اور اسی مقصد کے تحت وہ بھوتوں

والا ڈرامہ اسٹیج کرا رہی ہے کہ اسے یعنی ارشاد کو کسی چکر میں پھنسا دے۔ لیکن جب پرسوں رات والے واقعے کے بعد بھی پولیس نے اس کے خلاف کوئی خاص کارروائی نہ کی تو پھر براہِ راست اس پر قاتلانہ حملہ ہی ہو گیا۔ مقصد اُسے کسی نہ کسی طرح راستے سے ہٹانا ہے۔ اب آپ کی بات کچھ کچھ میری سمجھ میں آ رہی ہے۔ مسز تفضّل نے بھوتوں والا معاملہ ارشاد ہی کے سر منڈھنے کی کوشش کی ہے۔ کتے کی موت سے بھی اسی سمت اشارہ ہوتا ہے۔ غالباً وہ یہی باور کرانا چاہتی تھی کہ کتے کو ارشاد ہی نے زہر دیا تھا اور پھر خود ہی غزل چھیڑی تھی تاکہ تفضّل اس پر خفا ہونا شروع کر دے اور ارشاد کہے کہ اس نے چچی کی فرمائش پر غزل شروع کی تھی۔ ظاہر ہے کہ تفضّل بیوی پر بگڑتا اور وہ کتے پر غصہ اتارتی لیکن کتا زہر کا شکار ہو کر مرتا۔''

''مگر یہ کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ کتے کو زہر ہی دیا گیا تھا۔'' حمید نے کہا۔ ''محض میرا خیال تھا۔''

''جی نہیں۔ قطعی طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ اُسے زہر دیا گیا ہے۔ مسز تفضّل نے خود ہی اس کے منہ سے گرے ہوئے خون کے لختے کیمیاوی تجزیہ کے لئے پرسوں ہی سرکاری لیبارٹری بھجوائے تھے..... آج اس کی رپورٹ میرے پاس آ گئی ہے۔''

''گڈ..... تب تو معاملہ صاف ہے کہ ارشاد کو اُلجھانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کے بعد وہ ارشاد کے مکان میں پہنچا دی جاتی۔ وہ تنہا ہی رہتا ہے اور اُس رات تو میدان صاف ہی تھا کیونکہ اس نے وہ رات فیریز ڈریم میں گذاری تھی۔ لڑکی وہاں پہنچا دی جاتی..... اور پھر وہیں سے برآمد بھی کرالی جاتی۔ خیال رکھا جاتا کہ وہ وہاں بھی بیہوش ہی رہے۔ اس طرح اسے بھی پتہ نہ چلتا کہ اسے وہاں کون لے گیا تھا اور وہ خود بھی ارشاد کے متعلق شبہات میں مبتلا ہو جاتی اور پھر جیل ہوتی اور میاں فرہاد ہوتے۔ قدیر کے لئے راستہ صاف ہو جاتا۔''

حمید پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر اس نے کہا۔ ''لیکن پچھلی رات تفضّل پر جو فائر کیا گیا تھا اسے کس خانے میں فٹ کریں گے۔''

''یہ مسئلہ ضرور غور طلب ہے۔'' واصف سر ہلا کر بولا۔

''وہ اپنی خواب گاہ میں سو رہا تھا۔ کسی نے روشندان سے اس پر فائر کیا۔ بس مقدر ہی تھا کہ بچ گیا ورنہ وہ تو بے خبر تھا۔ ہوسکتا ہے کہ گھبراہٹ میں حملہ آور کا ہاتھ بہک گیا ہو۔ ٹھیک اسی وقت آسیب زدہ مکان میں بھوتوں والا ہنگامہ بھی برپا تھا۔ لیکن ارشاد پر اس سے پہلے ہی حملہ ہو چکا تھا۔ اگر ان سب حرکتوں کا الزام اسی پر رکھنا تھا تو اس پر حملہ ہرگز نہ ہونا چاہئے تھا۔''

''بھئی دیکھئے یہ دونوں ہی حملے میری سمجھ میں تو نہیں آئے۔'' واصف بولا۔ ''نہ ارشاد مرسکا اور نہ تفضّل۔ چلئے اب تو بساط ہی الٹ گئی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کو نظر کا دھوکہ ہوا ہو۔ حملہ آور نہ رہا ہو۔''

''خیر میں فرض کئے لیتا ہوں پھر.....!'' حمید نے کہا۔

''پہلے مسز تفضّل نے ارشاد کو پھانسنے کی کوشش کی۔ اب ارشاد اُسے پھنسوانا چاہتا ہے۔ اس نے خود ہی اپنے اوپر حملہ کرایا۔ چھچھلتا سا چاقو بائیں بازو پر پڑا ہے۔ اب وہ ہمیں باور کرانا چاہتا ہے کہ نسرین اس سے محبت کرتی ہے اس لئے پرسوں رات والی اسکیم فیل ہوجانے کی بناء پر مسز تفضّل یا قدیر نے یہی مناسب سمجھا کہ اب اُسے قتل کردیا جائے۔ ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔ نسرین اب کھل کر کہہ دے گی کہ وہ ارشاد کے علاوہ اور کسی سے شادی نہیں کرے گی۔''

''ممکن ہے.....لیکن پھر تفضّل پر حملے کا کیا مقصد ہوسکتا ہے۔''

''ہاں اس پر سوچنا پڑے گا۔'' واصف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''اہم ترین سوال ہے..... پوائنٹ ..... خاص طور پر نوٹ کیجئے۔'' حمید پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔

''خیر اس پر پھر غور کروں گا۔ یہ بتایئے کہ پرسوں رات آپ نے لڑکی کو اچانک مسہری کے نیچے سے کیسے برآمد کرلیا تھا۔''

''بہت پہلے کی دریافت تھی۔ مصلحتاً خاموش رہا تھا۔ مقصد تھا کہ ان لوگوں کے حرکات و سکنات کا جائزہ لوں لیکن پھر مجھ سے جلد بازی ہی سرزد ہوئی۔ اس مسئلے پر قطعی طور پر خاموش رہتا اور چھپ کر دیکھتا کہ اب کیا ہوتا ہے۔ اگر وہ ارشاد کے گھر لے جائی جاتی تو کھیل پرسوں

ہی ختم ہو جاتا۔ رنگے ہاتھوں پکڑا جاتا وہ آدمی جو اُسے وہاں سے لے جاتا اور پوری کہانی سامنے آجاتی۔"

"مگر آپ تو اس طرح چونکے تھے جیسے اسی وقت آپ کو خیال ہو کہ آپ مسہری کی چادر الٹ کر دیکھنا بھول گئے تھے۔"

"سو فیصدی ایکٹنگ تھی۔" حمید مسکرایا۔

"اگر ایکٹنگ تھی تو شروع سے آخیر تک شاندار رہی تھی۔"

"اب قدیر کے متعلق کیا خیال ہے۔ اُسے حراست میں لے رہے ہیں یا نہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"فی الحال مشکل ہے۔ اگر آپ نے اُسے پکڑ لیا ہوتا تو خیر کوئی بات نہ تھی۔ بھئی وہ بڑی پہنچ کا آدمی ہے۔ حملے کے وقت کہیں اور اپنی موجودگی ثابت کرا دینا اس کیلئے مشکل نہ ہوگا۔

"خیر دیکھا جائے گا۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

آسیب زدہ مکان کے بائیں بازو میں کمپاؤنڈ وال کے قریب مالتی کی بے ترتیب جھاڑیاں تھیں۔ جیسے ہی حمید ان کے قریب سے گذرا یک بیک ان میں سرسراہٹ ہوئی اور وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

دوسرے ہی لمحے میں نسرین اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"خدا کے لئے بچائیے.....ڈیڈی کو بچائیے۔" اس نے تیز قسم کی سرگوشی میں کہا۔

"کیا ہوا.....؟"

"آپ ایس پی واصف کے دوست ہیں۔ ڈیڈی خطرے میں ہیں۔ انہیں زبردستی یہاں

سے لے جائیے ورنہ وہ قتل کر دیئے جائیں گے۔''

''میرا خیال ہے کہ دو کانسٹیبل کوٹھی میں موجود ہیں۔''

''اس سے کچھ نہیں ہوگا۔ کل رات چار تھے لیکن خدا ہی نے بچایا انہیں..... وہ قتل کر دیئے جائیں گے اور الزام ارشاد کے سر آئے گا۔ میرے معاملے میں بھی لوگوں نے اُسے پھنسانے کی کوشش کی تھی..... یہ سازش ہے۔''

''سازشی کسے سمجھوں۔''

''اوہ آپ سب سمجھتے ہیں۔ سنئے..... وہ کہتی ہیں کہ ارشاد نے پہلے کتے کو زہر دیا تھا پھر اندر آ کر خواہ مخواہ غزل سنانے لگا تھا۔ ڈیڈی آئے اور اس پر برس پڑے۔ وہ کہتی ہیں مجھے غصہ آ گیا اور میں نے عادت کے مطابق کتے کو پیٹنا شروع کر دیا۔ اگر کتا نہ مرتا تو کوئی احاطے میں قدم بھی نہ رکھ سکتا۔ کتا اسی لئے مار ڈالا گیا کہ ارشاد بھوتوں کا کھیل پیش کر سکے۔''

''ممکن ہے یہی درست ہو محترمہ۔''

''نہیں..... نہیں..... نہیں۔ وہ مجھے اور ڈیڈی کو زندہ نہیں دیکھنا چاہتیں۔''

''کیوں.....؟''

''ہماری دولت..... تنہا قابض ہونا چاہتی ہیں۔''

''مگر میں نے تو سنا ہے کہ ان کے علاوہ بھی کئی اور حصہ دار ہیں۔''

''جی نہیں۔ اگر ہم مر جائیں اور ارشاد پھانسی پر چڑھا دیا جائے تو وہ تنہا ہی مالک ہوں گی اور کوئی عزیز اتنا قریبی نہیں ہے کہ ان کی موجودگی میں حقدار ہو سکے۔''

''اوہ..... شکریہ۔ یہ نئی اطلاع ہے۔ لیکن سنئے تو سہی۔ وہ پولیس کو کیسے باور کرا سکتی ہیں کہ مسٹر تفضل پر ارشاد ہی نے حملہ کیا تھا۔''

''ڈیڈی ارشاد کو پسند نہیں کرتے۔ اگر انہیں معلوم ہو جائے تو ہم دونوں کو گولی مار دیں۔ وہ کہیں گی کہ ارشاد نے ڈیڈی کو راستے سے ہٹا دینا ہی مناسب سمجھا۔''

''اوہ..... مگر آپ کا خیال کیا ہے؟''

''ارشاد ایسا ہرگز نہیں کر سکتا..... ہرگز نہیں.....ڈیڈی بھی اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ جب انہوں نے اس سلسلے میں ارشاد کا نام لیا تھا تو ڈیڈی کو غصہ آ گیا تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ ارشاد تمہیں قتل کر کے قتل کا الزام مجھ پر رکھنا چاہتا ہے۔ اسی لئے پچھلی رات بے بی کو بیہوش کر کے یہیں ڈال گیا تھا۔ کیا پتہ لے جانے کا موقعہ نہ ملا ہو۔ اس تاک میں رہا ہو کہ اُسے بیہوشی کی حالت میں میرے کسی عزیز کے یہاں ڈال آئے۔''

''بات لگتی ہے دل کو.....!'' حمید سر ہلا کر بولا۔

''ہے نا! میں پھر کہتی ہوں کہ یہ ارشاد کے خلاف ایک بڑی گھناؤنی سازش ہے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ یہ اچھا ہی ہوا تھا کہ اس نے ارشاد پر حملے کی خبر پھیلنے نہیں دی تھی اور واصف کو تاکید کر دی تھی کہ وہ ہسپتال کے باہر قدم نہ رکھنے پائے۔

''ارشاد تو کل رات سے غائب ہے۔'' اس نے کہا۔

''کیا.....!'' وہ اس طرح آنکھیں پھاڑ کر بولی جیسے اُسے اُس کے قتل کر دیئے جانے کا خدشہ رہا ہو۔

''جی ہاں! کل آٹھ بجے رات سے ان کا سراغ نہیں مل سکا۔''

''خدا خیر کرے۔ اب کیا ہوگا۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ اُسے ہی ان لوگوں نے مار ڈالا ہو۔ لاش غائب کر دی تا کہ پولیس یہی سمجھے کہ ڈیڈی پر حملہ کر کے روپوش ہو گیا ہے۔''

''آپ شائد جاسوسی ناول کثرت سے پڑھتی ہیں۔'' حمید مسکرایا۔

''اوہ.....اب میں کیا کروں۔!'' اس نے کہا اور بے تحاشہ کوٹھی کی طرف بھاگتی چلی گئی۔

حمید وہیں کھڑا اُسے دیکھتا رہا۔

''سلا مالے قم..... بھائی ساب۔'' پشت سے قاسم کی چہکتی ہوئی سی آواز آئی۔ ''میں نے کہا.....سب ٹھیخ ٹھاخ ہے نا۔''

وہ دانت نکالے برآمدے میں کھڑا تھا۔ جیسے ہی حمید اس کی طرف مڑا۔ اس نے دونوں آنکھیں ماریں اور ہنستا ہوا نیچے اتر آیا۔ پھر رازدارانہ لہجے میں بولا۔ ''بڑا فس کلاس موقع ہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''دونوں میں بڑی دیر سے دانتا کلکل ہو رہی ہے۔ بس تم جرا سا زور لگا دو کھٹاک سے تلاخ ہو جائے گی۔ اے حمید بھائی جندگی بھر احسان مانوں گا..... میرے بھائی تو..... لغا دے زور..... ابے اپنے اسسٹنٹ کے لئے اتنا بھی نہیں قر سکتے۔''

''اسسٹنٹ.....!'' حمید نے بُرا سا منہ بنایا۔ ''تم نے اس کیس میں رتی برابر بھی کام نہیں کیا۔''

''ارے جاؤ بکرا بنا دیا ہے سالے تجل کو..... دور سے میری صورت دیکھتا ہے اور ہاتھ جوڑ کر چنگھاڑتا ہے خدا کے لئے مجھ سے دور رہئے ورنہ میں تیتر کی بولی بولنا شروع کر دوں گا۔ مگر پیارے وہ تلاخ والا معاملہ..... ہر ہر طرح سالے کو سمجھانے کی کوشش کر چکا ہوں۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ یہاں تک کہہ دیا کہ اگر میری بیوی اتنی بدزبان ہوتی تو میں اس کے باپ دادا تک کو تلاخ دے ڈالتا۔''

''نہیں ہے تمہاری بیوی بدزبان۔''

''ابے تو اُسے کیا معلوم۔'' قاسم کھی کھی ہنستا ہوا آہستہ سے بولا۔ ''میں تو اس سالی کی شکل بھی نہ دیکھوں گا اگر اس سے ہو گئی۔ ہائے حمید بھائی رات بھر میرے خواب میں چنچناتی رہی تھی۔ الاقسم ڈانٹتی ہے تو اور اچھا لگتا ہے۔ جی چاہتا ہے..... بچوں کی طرح ٹھنکنے لگو۔''

''کیا اپنے ابا جان کے امکانات پر بھی غور کر رہے ہو۔''

''کس وایات کا نام لیا ہے تم نے۔'' قاسم آنکھیں نکال کر تیز لہجے میں جلدی جلدی بولا۔ ''سالے منحوسیت نہ پھیلاؤ۔''

رات کے آٹھ بجے تھے۔ واصف نے آسیب زدہ عمارت کی گھنٹی کا بٹن دبایا ہی تھا کہ ایک کانسٹیبل نے دروازہ کھول کر اسے سلیوٹ کیا۔

''دونوں موجود ہیں۔'' واصف نے پوچھا۔

''جی حضور.....!'' کانسٹیبل نے کہا اور ایک طرف ہٹ گیا۔

''نہیں.....میں اندر نہیں جاؤں گا۔حمید صاحب سے کہہ دو کہ میں ہوں۔''

کانسٹیبل ایڑیاں بجا کر واپس چلا گیا۔حمید نے برآمد ہونے میں دیر نہیں لگائی۔

واصف اس کا ہاتھ پکڑ کر کوٹھی کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔''پتہ نہیں..... یہ محترمہ اب کیا کہنا چاہتی ہیں۔ مجھے فون کیا تھا شائد کوئی اہم بات بتانے کا ارادہ ہے۔''

''کیا میری موجودگی میں بتا سکے گی۔'' حمید نے پوچھا۔

''آخر آپ کب تک اپنی اصلیت چھپائیں گے۔''

''میری دانست میں بھی اب اس اسٹیج پر اصلیت چھپانا سودمند نہ ثابت ہوگا۔''

''بھئی ایک زبردست غلطی ہوئی ہے مجھ سے.....قدیر کی نگرانی نہیں کرائی تھی۔ اب وہ غائب ہے۔ پچھلی رات سے اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ اب میرا خیال ہے کہ ارشاد پر اسی نے حملہ کیا تھا۔ ہوسکتا ہے بعد میں دہشت زدہ ہو کر روپوش ہو گیا ہو۔ یا اُسے ارشاد کے بچ جانے کا علم ہونے کے ساتھ ہی شبہ بھی ہو گیا ہو کہ کہیں ارشاد نے اُسے پہچان نہ لیا ہو۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ دفعتاً پشت سے آواز آئی۔''اے.....اے اے..... میں چکد ہوں کیا.....ٹھہرو.....اقیلے اقیلے۔''

''عذاب جان بن گیا ہے۔'' حمید رک کر بڑبڑایا۔

''آنے دیجئے.....خاصی تفریح ہو جاتی ہے ان حضرت کے ساتھ۔'' واصف ہنس کر بولا۔

قاسم جھپٹتا ہوا قریب پہنچا اور وہ کوٹھی کے برآمدے میں آئے۔ کال بل کا بٹن دبایا۔

پھر ایک ملازم نے ڈرائنگ روم تک ان کی رہنمائی کی۔

دو منٹ گذر گئے۔ یک بیک حمید کی نظر ایک گوشے میں ٹھہر گئی جہاں قالین پر بڑا سا سرخ دھبہ نظر آ رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے آگے بڑھا۔

تازہ خون کا دھبہ تھا جس سے ایک پتلی سی سرخ لکیر پھوٹ کر آگے بڑھ گئی تھی۔

واصف اور قاسم بھی اٹھ آئے۔

''تمہیں پیچھا نہیں چھوڑیں گی سالے۔'' قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اتنے میں تفضل اور مسز تفضل بھی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔

''کیا ہے۔'' تفضل چلتے چلتے لڑکھڑایا۔ پھر سنبھل کر بولا۔ ''یا خدا کب ختم ہوگا یہ سلسلہ۔ میں تو بڑی مصیبت میں پھنس گیا۔''

''یہ لکیر آگے ہی بڑھتی چلی گئی ہے۔ وہ دیکھئے..... اس دروازے سے گذر کر نہ جانے کہاں گئی ہو..... حمید نے ایک بند دروازے کی طرف اشارہ کیا جس کے نیچے سے خون کی لکیر دوسری طرف نکل گئی تھی۔

مسز تفضل تیزی سے آگے بڑھی اور دروازے سے نکل گئی۔ پھر جلدی سے پلٹ آئی۔

''یہ لکیر تو دور تک گئی ہے۔'' اس نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

''کیا ہم دیکھ سکتے ہیں۔'' واصف نے پوچھا۔

''ضرور ضرور..... آیئے۔'' وہ پھر دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی اور قاسم ٹھنڈی سانس لے کر کچھ بڑبڑانے لگا۔ حمید کی سمجھ میں صرف اتنا آسکا۔ ''ناولوں میں سالے ماں باپ محوبت کا کباڑا کردیتے ہیں اور یہاں یہ بھوت۔ کہیں چین نہیں ہے۔''

وہ راہداری میں داخل ہوئے۔ تفضل تو گویا گھسٹتا ہوا چل رہا تھا۔ لکیر آگے ہی بڑھتی رہی اور پھر اُس کا اختتام ایک مقفل کمرے کے دروازے پر ہوا۔

یعنی وہ بند دروازے کے نیچے سے اندر رینگ گئی تھی۔

''ہائیں..... یہاں۔'' تفضل نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ''یہ تو میرا کتب خانہ ہے۔''

''بیگم خدا کے لئے کنجی لاؤ..... یا اللہ رحم کر میرے حال پر..... یہاں کیا ہوگا۔''

اس کی بیوی مخالف سمت میں دوڑ گئی۔

''گھبرایئے نہیں۔ دیکھتے ہیں۔''

''ارے یہاں اس عمارت میں کبھی آسیب کا شبہ بھی نہیں ہوا۔ بیگم نے آپ کو اس وقت

اسی لئے بلوایا تھا کہ ہمیں بحفاظت ریلوے اسٹیشن بھجوا دیجئے۔ وہاں سے ہم نصیر آباد چلے جائیں گے۔''

''جرور..... جرور.....!'' قاسم بولا۔ ''وہاں میری کوٹھی ہے خالی کرادوں گا۔''

''جی میری بھی ایک کوٹھی ہے وہاں۔''

''کھیر کھیر.....!''

''قدیر صاحب آئے تھے..... آج۔'' واصف نے پوچھا۔

''جی نہیں..... پتہ نہیں۔ مجھے ہوش کہاں ہے آئے گئے کا۔'' تفضل نے کہا اور پھر خاموش ہو کر ہانپنے لگا۔ وہ برسوں کا بیمار معلوم ہوتا تھا۔ چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ ہونٹ خشک تھے جن پر بار بار زبان پھیرنے لگتا تھا۔

''بیگم جلد ہی واپس آ گئی اور اسی نے قفل کھولا۔ وہ اندر داخل ہوئے۔ الماریوں کے قریب ایک سیاہ رنگ کی بلی کی لاش پڑی نظر آئی۔''

''اُف فوہ..... میں پاگل ہو جاؤں گا۔'' تفضل لڑکھڑا کر دیوار سے ٹکتا ہوا بولا۔ ''واصف صاحب خدا کے لئے ہمیں نکالئے جلدی یہاں سے۔''

''ٹھہرئیے..... میں انتظام کرتا ہوں۔'' واصف نے کہا اور بیگم سے پوچھا۔ ''آپ نے کیوں یاد فرمایا تھا مجھے۔''

''براہِ کرم ہمیں نصیر آباد پہنچا دیجئے۔ نصیر آباد تو ہم خود ہی چلے جائیں گے۔ ریلوے اسٹیشن تک بحفاظت بھجوا دیجئے۔ میں بہت خوف محسوس کر رہی ہوں۔ پچھلی رات ان پر جو فائر ہوا تھا اُسے میں بھوتوں کا کارنامہ سمجھنے پر تیار نہیں اور جو کچھ بے بی کو پیش آیا.....!''

پھر یک بیک اس کے حلق سے ایک بیساختہ قسم کی چیخ نکلی اور وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگی۔ وہ تفضل ہی کے قریب کھڑی تھی۔

''کیا ہوا.....!'' تفضل چیخا اور خود بھی لڑکھڑا کر ڈھیر ہو گیا۔ بیگم کی پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔

قاتل

''روشندان سے'' دفعتاً حمید چیخا اور پھر دروازے کی طرف جھپٹا۔

پھر ایسی ہی آواز باہر سے آئی تھی جیسے کوئی بلندی سے کودا ہو۔ ساتھ ہی ایک چیخ بھی سنائی دی۔ واصف بھی دروازے کی طرف لپکا۔ حمید عقبی دروازے کی طرف بھاگ رہا تھا۔

''سنئے تو..... ٹھہریئے تو سہی۔'' واصف نے اُسے آواز دی۔

''سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کا فائر تھا۔'' حمید نے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ پھر پلٹ کر چیخا..... ''ٹارچ..... ٹارچ.....!''

واصف پھر اندر بھاگا۔ بدحواس ملازم سے ایک ٹارچ لی اور حمید کو آوازیں دینے لگا۔

''چلے آیئے..... چلے آیئے۔'' حمید کی آواز کانپ رہی تھی۔

واصف نے ٹارچ روشن کی اور آواز کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ دیوار کے اختتام کے قریب کوئی سیاہ پوش آدمی اوندھا پڑا نظر آیا۔ حمید اس پر جھکا ہوا تھا۔

''کیا ہے..... کون ہے۔'' اس نے پوچھا۔

''قریب آیئے۔''

ٹارچ کی روشنی کا دائرہ زمین پر پڑتے ہی سیاہ پوش پر تھم گیا۔ اس کے قریب ہی ایک سائیلنسر لگا ہوا ریوالور بھی پڑا نظر آیا۔

حمید نے اُسے سیدھا کیا۔ پورا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا اور نقاب خون سے تر ہو چکی تھی۔

پھر روشنی کا دائرہ دیوار کے اوپر رینگتا چلا گیا۔

''روشندان.....!'' حمید بڑبڑایا۔ ''ہم اسی کمرے میں تھے..... اُوہ..... اب کیا اس کم

بخت نے بھی رونا شروع کر دیا۔"

روشندان سے دو آدمیوں کے دہاڑیں مار مار کر رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ان میں سے ایک یقینی طور پر قاسم تھا۔

"نقاب تو ہٹائیے۔" واصف نے مضطربانہ انداز میں کہا اور پھر بیساختہ اچھل پڑا کیونکہ حمید نے اس کے چہرے سے نقاب ہٹا دی تھی۔

"قدیر.....!"

حالانکہ اس کا چہرہ خون سے تر تھا لیکن پہلی ہی نظر میں پہچان لیا گیا۔ یہ بیگم تفضل کا کزن قدیر تھا۔

"چھت سے فائر کیا تھا غالباً....." واصف نے کہا۔ "اور پھر وہیں سے کود پڑا..... اوہو..... میرے خدا..... یہ فائر بھی تفضل ہی کے لئے تھا۔ مگر وہ بال بال بچ گیا..... اور بیگم..... میرے خدا..... اوہ..... اوہ..... اپنے کھودے ہوئے کنوئیں میں خود ہی غرق ہو گئی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ قدیر گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

اتنے میں وہ دونوں کانسٹیبل بھی پہنچ گئے جو اس عمارت کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔

"یہ کیسے ہوا.....!" واصف دہاڑا۔

"چلو اٹھاؤ اسے۔" حمید نے کہا اور واصف کا بازو دبا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

وہ اسے اٹھا کر اندر لائے اور واصف فون والے کمرے کی طرف دوڑا۔ نوکروں سے معلوم ہوا کہ تفضل کی گاڑی کئی دنوں سے بیکار پڑی ہے۔ اس لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ ایمبولینس کے لئے فون کر کے وہیں انتظار کیا جاتا۔ واصف اپنی گاڑی بھی نہیں لایا تھا۔

بیگم ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ قاسم اور تفضل ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے دہاڑیں مار رہے تھے۔ منظر متاثر کن تھا۔ لیکن قاسم کی طرف خیال منتقل ہوتے ہی حمید کو خوف محسوس ہوا کہ کہیں الجھنوں کی دبیز تہیں چیرتا ہوا کوئی قہقہہ ہونٹوں تک آ ہی نہ جائے۔ اس لئے وہ کمرے سے باہر

نکل آیا۔

قدیر کا ریوالور اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے اس کی نال سونگھی۔ بارود کی ہلکی سی بو موجود تھی۔ ایک چیمبر بھی خالی نظر آیا۔

پھر ایمبولینس گاڑی پہنچ گئی۔ قدیر زندہ تھا لیکن بیہوش۔ پتہ نہیں کہاں کہاں چوٹیں آئی تھیں..... ویسے پیشانی کی چوٹ تو ظاہر ہی تھی۔

بیگم کی لاش اٹھوادی گئی اور قدیر کو ہسپتال روانہ کردیا گیا۔ لیکن تفضّل ابھی تک روئے جارہا تھا اور قاسم تو اس وقت پتہ نہیں کیا بن کر رہ گیا تھا۔ تفضّل کو روتے دیکھ کر خود بھی بسورتا رہتا۔ پھر یکایک دہاڑیں مارتا ہوا اس سے لپٹ جاتا۔ تفضّل کی آواز کچھ اور بلند ہوجاتی۔ قاسم اسے چھوڑ کر الگ ہٹ جاتا۔ خود اس کی آواز بتدریج کم ہوتے ہوتے بالکل ہی ختم ہوجاتی..... پھر کچھ دیر بعد وہی حرکت کرتا۔ یعنی یک بیک دہاڑیں مارتا اور پھر تفضّل سے لپٹ جاتا۔

نسرین تو روتے روتے بیہوش ہوگئی تھی۔ پتہ نہیں یہ صدمہ تھا یا محض ذہنی جھٹکا۔

واصف لاش کے ساتھ ہی چلا گیا تھا اور حمید سے کہہ گیا تھا کہ وہ اس کے واپس آنے تک وہیں ٹھہرے۔

''تفضّل صاحب صبر کیجئے۔'' بالآخر حمید نے کہا۔ ''نسرین بیہوش ہیں۔ انہیں ہوش میں لانے کی فکر کرنی چاہئے۔ میں نے ڈاکٹر کو فون کیا ہے۔''

''ہائے یہ اچانک حادثہ..... اُف مارِ آستین..... کم بخت قدیر..... بیگم کے کتنے احسانات تھے اس پر..... ہائے احساس فراموش..... کتا۔''

''ہوش میں آیئے مسٹر..... فائر آپ کے لئے تھا۔''

''میرے لئے۔'' تفضّل کا منہ کھل گیا۔ آواز بند ہوگئی لیکن قاسم بدستور روتا ہوا دہاڑا۔

''ہائے تو یہ کمباخت غولی..... بیغم کے کیوں لگ غئی..... یہی کیوں نہیں چل بسے ہائے رے مقدر.....!''

''خاموش رہو۔'' حمید کو غصہ آ گیا۔

''آپ کیا کہہ رہے ہیں۔'' تفضّل اس بار چیختا تھا۔

''پچھلی رات بیگم پر نہیں آپ پر فائر ہوا تھا۔'' حمید نے کہا۔

''اوہ.....تو آخر قدیر.....نہیں.....وہ میرا دشمن کیوں ہو گیا۔ میں اس سے ہمیشہ شرافت سے پیش آیا ہوں۔''

''ڈیڈی.....!'' نسرین کی آواز آئی۔ وہ شائد خود ہی ہوش میں آ گئی تھی۔

''میری بچی.....میری بچی۔'' تفضّل چیختا ہوا اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

اب رہ گئے میاں قاسم جو ابھی تک سسکیاں لئے جا رہے تھے۔ حمید کے گھورنے پر پھوٹے بھی تو یہ کہ ''ٹھینگے پر گئی ایسی جاسوسی.....میری تو جندگی برباد ہو گئی۔''

''تم ہوش میں ہو یا نہیں.....تفضّل کو ہوش آ گیا تو تمہاری گردن ہی اڑا دے گا۔ تم اس کی بیوی کے لئے رو رہے ہو۔'' حمید نے مکا ہلا کر کہا۔

''جب اپنی نہ رونے دے تو دوسرے ہی کی سہی.....جاؤ جاؤ.....اپنا پھلسفہ اپنے پاس ہی رکھو۔ میں تو آج رو رو کر جان دے دوں غا.....دیکھتا ہوں کوئی سالا کیا کر لیتا ہے۔''

دوسری شام ایس پی واصف اپنے دفتر سے اٹھ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ کال حمید کی تھی اور وہ تفضّل کی کوٹھی سے بول رہا تھا۔

''ہاں.....میں نے یہاں تھوڑا سا کام کیا ہے۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''آپ کچھ دیر کے لئے تفضّل سمیت آ جائیے.....مسئلہ ذرا کچھ الجھ گیا ہے۔''

''کیا بات ہے۔'' واصف نے پوچھا۔

''بھئی.....قدیر ہوش میں آ جانے کے باوجود بھی ہوش میں نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ

اس نے ذہنی توازن کھو بیٹھنے کی ایکٹنگ شروع کردی ہے۔"

"اچھی بات ہے..... میں آدھے گھنٹے کے اندر اندر پہنچ رہا ہوں۔"

سلسلہ منقطع ہو گیا۔

اس حادثے کے بعد واصف نسرین اور تفضل کو اپنے گھر لایا تھا اور وہ فی الحال اس کے ساتھ مقیم تھے۔ تاوقتیکہ رپورٹ مکمل نہ ہوجاتی اور کیس عدالت میں نہ پیش ہوجاتا وہ نصیر آباد کیسے جاسکتے۔ حمید نے بھی واصف کو یہی مشورہ دیا تھا کہ ضابطے کی کارروائی مکمل ہوجانے تک وہ انہیں اپنے ساتھ ہی رکھے۔"

حسب وعدہ وہ تفضل سمیت آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر کوٹھی پہنچ گیا۔ یہاں حمید کے ساتھ مقامی سی آئی ڈی آفس کا ایک سب انسپکٹر بھی موجود تھا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر تفضل کہ آپ کے آرام میں خلل انداز ہوا۔" حمید نے کہا۔

"ارے میں تو خود ہی آپ سے ملنا چاہتا تھا جناب..... مجھ سے بڑی گستاخیاں ہوئی ہیں۔ آپ کی شان میں..... مگر مجھے کیا علم تھا کہ آپ کون ہیں۔ بہرحال میں تو آپ کو فرشتہ رحمت ہی سمجھتا ہوں۔"

"ایک طبقے میں ہم لوگ جہنم کے فرشتوں کے نام سے بھی یاد کئے جاتے ہیں۔" حمید مسکرایا۔ "خیر ہاں تشریف رکھئے۔ بعض بہت اہم مسائل درپیش ہیں۔ ان کے سلسلے میں آپ کی مدد درکار ہوگی۔"

"میں کوشش کروں گا کہ آپکی مدد کرسکوں۔ ویسے میرا دماغ بالکل کسی کام کا نہیں رہا جناب۔"

"قدرتی بات ہے۔ مجھے بےحد افسوس ہے کہ ایسے موقع پر آپ کی الجھنوں میں مزید اضافہ کررہا ہوں لیکن اس کے بغیر کام بھی تو نہیں چلتا۔"

"خیر..... پوچھئے جو کچھ پوچھنا ہے۔"

"کیا آپ کو علم ہے کہ بیگم صاحبہ نے کتے کے منہ سے گرے ہوئے خون کے لختے کیمیاوی تجزیہ کے لئے سرکاری لیبارٹری میں بھجوائے تھے۔"

''جی.....!'' تفضّل کا لہجہ متحیرانہ تھا۔''نہیں۔ مجھے اس کا علم نہیں۔مگر کیوں بھجوائے تھے؟''

''انہیں شبہ تھا کہ کتے کو زہر دیا گیا تھا۔ان کا شبہ درست نکلا۔''

''خدا کی پناہ.....مگر کس نے زہر دیا تھا۔یہی تو میں کہوں کہ آخر وہ ڈنڈوں کی ضربات سے کیسے ہلاک ہوگیا۔''

''یہی سوال حل طلب ہے کہ زہر کس نے دیا تھا۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا۔'' تفضّل پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔''میں پاگل ہوجاؤں گا۔''

''آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ یہ حرکت خود بیگم صاحبہ ہی کی تھی۔''

''بھئی خدا کے لئے مجھے اور پریشان نہ کیجئے۔بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ انہوں نے زہر بھی دیا تھا اور انہیں ہی شبہ بھی تھا کہ کتے کو کسی اور نے زہر دیا ہے۔''

''جی ہاں.....ان کے اس فعل سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ انہوں نے زہر نہیں دیا تھا حالانکہ زہر دینے والی وہی تھیں۔اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ وہ ان کا ذمہ دار کسی اور کو ٹھہرانا چاہتی تھیں.....!''

''مگر کیسے.....!''

''وہی جو آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔یا جس کے سر آپ کے قتل کا الزام آنے والا تھا؟''

''مجھے ارشاد کے متعلق معلوم ہوچکا ہے۔غالباً آپ کا اشارہ اُسی کی طرف ہے۔''

''جی ہاں.....آپ کے قتل کے بعد جب ارشاد نہ ملتا تو خیال اسی کی طرف جاتا۔اُسے قدیر نے پہلے ہی ٹھکانے لگانے کی کوشش کی تھی۔اس طرح نسرین صاحبہ بھی اس سے متنفر ہوجاتیں اور قدیر کے لئے بھی راستہ صاف ہوجاتا.....اور آپ کے بعد آپ کی دولت کی مالک نسرین اور بیگم صاحبہ ہوتیں۔بیگم صاحبہ قدیر سے کوئی ایسا معاہدہ کرلیتیں کہ وہ ہمیشہ ان کے قبضے میں رہتا۔یعنی نسرین کی شادی اس سے اسی معاہدے کے تحت کرتیں۔اس طرح پوری دولت کا مالک صحیح معنوں میں کون ہوتا.....بیگم صاحبہ۔''

''اُوہ.....اُوہ.....!'' تفضّل دردناک آواز میں کراہا۔

''لیکن تفضل صاحب.....قدیر سے وہ حماقت کیوں سرزد ہوئی تھی۔''

''کون سی۔''

''اس نے ارشاد پر ایسی جگہ حملہ کیا تھا کہ اس کے فرشتے بھی وہاں سے اس کی لاش نہ اٹھا سکتے۔ یہ حملہ فیریز ڈریم کی کمپاؤنڈ میں ہوا تھا۔ وہ بھی عین پھاٹک کے سامنے۔ اس حملے کا مقصد یہی ہونا چاہئے تا کہ ارشاد لاپتہ ہو جائے تب ہی تو اس پر قتل کا الزام آتا اور پولیس اس کے لئے جھک مارتی پھرتی۔''

''ہاں یہ بات تو ہے.....مگر سنئے تو سہی۔ ہوسکتا ہے اس نے ارشاد پر حملہ نہ کیا ہو.....حملہ آور کوئی اور رہا ہو۔''

''میری آنکھیں مشکل سے دھوکا کھاتی ہیں۔ میں نے خود اُسے ارشاد پر حملہ کرتے دیکھا تھا۔''

''تب تو بھئی ٹھیک ہی ہوگا۔'' تفضل کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''مگر اس طرح تو آپ کا خیال غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ میرے قتل کا الزام ارشاد کے سر رکھنا چاہتا تھا۔''

''یہ خیال تو غلط ہو جاتا ہے.....لیکن یہیں پر صحیح خیال کی بنیاد پڑتی ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''میں سمجھاتا ہوں.....دیکھئے مثال کے طور پر آپ کا ایک ہاتھ چھوٹا ہے اور ایک بڑا۔''

''یہ کیسے ممکن ہے۔''

''ناپ کر دیکھ لیجئے۔''

تفضل احمقانہ انداز میں اپنی دونوں ہتھیلیاں میز پر ایک دوسری کے برابر رکھ کر ناپتا ہے۔

''دیکھئے انسپکٹر.....'' حمید نے سب انسپکٹر سے کہا۔ ''اب یہ کتنا آسان ہوگیا۔ آپ نہایت اطمینان سے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال سکتے ہیں۔ کتنے سلیقے سے میز پر رکھے ہوئے ہیں۔''

''کیا مطلب.....؟'' تفضل اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

''بیٹھ جائیے مسٹر تفضل۔ میں آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ اگر آپ نے جدوجہد کی تو

خواہ مخواہ ہانپنے لگیں گے۔"

"ارے..... ارے۔" واصف بوکھلا گیا اور اسی بوکھلاہٹ کے عالم میں تیزی سے الٹی جانے والی میز کی زد میں آ گیا۔

"خبردار.....!" حمید نے اچھل کر پیچھے ہٹتے ہوئے ریوالور نکال لیا۔ تفضّل تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔ اس نے اکڑ کر کہا۔ "کردو فائر..... میری لاش ہی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال سکو گے۔ میں نے شکست تسلیم کرنا سیکھا ہی نہیں۔"

"اگر تم جیسے اٹھائیس من کے بجو کو پھانسی کے تختے تک نہ گھسیٹا تو کچھ کیا ہی نہیں بیٹے تفضّل۔" حمید نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا اور آہستہ آہستہ تفضّل کی طرف بڑھنے لگا۔ تفضّل کسی ایسے پہلوان کے پوز میں آ گیا تھا جو ہاتھ ملاتے ہی چپراس مار دینے کا ارادہ رکھتا ہو اور حمید بھی ایسے ہی انداز میں آگے بڑھ رہا تھا جیسے زور آزمائی ہی کا ارادہ رکھتا ہو۔ لیکن اچانک غیر متوقع طور پر جھپٹ کر اس کی توند میں ٹکر ماری۔ مقصد غالباً یہی تھا کہ وہ اچانک گر ہی پڑے۔ پھر گر جانے کے بعد کہاں اٹھ سکتا۔ اس کا تجربہ تو حمید کو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کا سر چکرا گیا۔ کیونکہ وہ تو اسی ربڑ کی گڑیا کی طرح اٹھ کھڑا ہوا تھا جس کے پیروں میں وزنی سیسہ بھرا ہوتا ہے اور جو زمین پر لیٹ ہی نہیں سکتی۔ ادھر گراؤ اور ادھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

یہ دیکھتے ہی واصف اور سب انسپکٹر بھی اس پر ٹوٹ پڑے..... لیکن اُن کا دل ہی جانتا ہو گا جس بُری طرح وہ دونوں اِدھر اُدھر کی دیواروں سے جا ٹکرائے تھے۔

وہ تو ہاتھی تھا ہاتھی۔ حمید سوچ میں پڑ گیا۔ ٹھیک اسی وقت اُسے قاسم کی آواز سنائی دی۔ وہ غالباً برآمدے میں دہاڑ رہا تھا۔ "اے قدھر ہو..... کپتان صاحب کے دُمچے۔"

"آ جاؤ.....!" حمید نے جواباً آواز دی اور پھر تفضّل پر ٹوٹ پڑا۔ لیکن اب تفضّل کے چہرے پر کسی قدر سراسیمگی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ وہ غالباً قاسم سے نہیں بھڑنا چاہتا تھا۔ حمید نے دو چار ہاتھ جھاڑے اور اس نے چپ چاپ کھا لئے لیکن پھر جیسے ہی ہاتھ پکڑنے

چاہے اُسے بھی اس نے واصف اور انسپکٹر ہی کی طرح جھٹک دیا۔

اتنے میں قاسم کی آواز پھر آئی۔ ''ہائیں..... ہائیں..... یہ قیا ہو رہا ہے۔ تفجل بھائی..... کپتان صاحب کو قیوں مار رہے ہو۔ ارے وہ میں سمجھ غیا..... مغر پیارے بھائی..... ان کو ماف کردو..... یہ بالکل چکد ہیں۔ قیوں بیٹا پہلے ہی نہیں سمجھایا تھا کہ پانی مانگنے والی آنکھیں فجول ہوتی ہیں..... ہاہاہاہا..... اب بھگتا کرو..... ٹھینگے سے۔''

تفضّل خاموش کھڑا قاسم کو گھورتا رہا۔ غالباً سوچ رہا تھا کہ اس سے کس طرح نپٹا جائے۔

''ہائیں..... پیارے تم تو مجھ سے بھی کھفا معلوم ہوتے ہو۔'' قاسم اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ حمید چپکے سے اس کے پیچھے کھسک آیا تھا۔ یک بیک اس نے قاسم کی کمر پر ٹکر ماری اور قاسم ''ابے ابے'' کہتا ہوا تفضّل پر ڈھیر ہو گیا۔ تفضّل نیچے تھا اور قاسم اوپر..... قریب تھا کہ توندوں کا تصادم انہیں الگ کر دیتا۔ حمید نے جھپٹ کر تفضّل کی گردن دبوچ لی اور قاسم دوسری طرف لڑھکتا چلا گیا۔ تفضّل اکیلے حمید کے بس کا روگ اب بھی نہیں تھا۔ اگر واصف اور انسپکٹر بھی نہ دوڑ پڑتے تو وہ پھر اٹھ کھڑا ہوتا۔

اس طرح تفضّل کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی جا سکیں اور قاسم کو حیرت کی زیادتی کی وجہ سے یہ بھی یاد نہ آ سکا کہ اسے حمید کو کم از کم پانچ ہزار گالیاں دینی چاہئیں اور کوشش کرنی چاہئے کہ دو چار دھپ بھی رسید ہو سکیں۔

دو گھنٹے بعد وہ اس کمرے میں نظر آئے جہاں بیگم تفضّل کا قتل ہوا تھا۔

تفضّل کو یہاں سے مسلح گاڑی میں کوتوالی بھجوانے کے بعد ہی واصف کو ہوش آ سکا تھا کہ وہ حمید سے مزید استفسار کرتا۔ لیکن حمید اس وقت تک خاموش رہا جب تک کہ قتل والے کمرے

میں نہیں پہنچ گیا۔

''اس سوئچ بورڈ کو دیکھئے۔'' اس نے دیوار سے لگے ہوئے سوئچ بورڈ کی طرف اشارہ کیا۔''اس پر سے ایک سوئچ غائب ہے۔ جو کل قتل کے وقت موجود تھا۔ یہ پش بٹن والا سوئچ تھا اور اسے سوئچ بورڈ پر دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ یہ لائبریری ہے اور پش بٹن والے سوئچ عموماً بزر یا گھنٹی کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ لیکن کسی نجی لائبریری میں گھنٹی کا پش بٹن سوئچ بورڈ پر مشکل ہی سے ملے گا۔ یہاں سوئچ عموماً پڑھنے والی میزوں کے پایوں سے لگائے جاتے ہیں تاکہ بیٹھے ہی بیٹھے گھنٹی کا بٹن دبا کر ملازموں کو بلایا جا سکے۔ یہ دیکھئے اس سوئچ بورڈ کا فاصلہ پڑھنے کی میز سے کتنا زیادہ ہے۔ اگر ملازم بلانا ہو تو اٹھ کر یہاں تک آیئے۔ ہے نا بے تکی سی بات۔ اس سوئچ کو لکھنے والی میز کے پائے ہی پر ہونا چاہئے تھا۔ بس اسی وجہ سے سوئچ میرے ذہن میں محفوظ رہا تھا۔ لیکن اس وقت میں نے اسے اہمیت نہیں دی تھی۔ سوچا ضرور تھا اس کے متعلق..... پھر تفصّل بظاہر سنکی تو تھا ہی..... اسلئے اُسے اہمیت دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

پھر وہ لمحہ بھی آیا جب وہ سوئچ ذہن سے بالکل ہی محو ہو گیا۔ اور وہ لمحہ وہی تھا جب قدیر اس حال میں تھا۔ سیاہ پوش اور نقاب میں چہرہ چھپائے ہوئے۔ سائیلنسر لگا ہوا ریوالور بھی اس کے قریب ہی موجود تھا اور ہم نے کسی کے کودنے اور چیخنے کی آوازیں بھی سنی تھیں۔ اتنے صاف حالات میں قدیر ہی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہونی چاہئے تھیں۔ لہٰذا قاتل بھی آن واحد میں ہمارے ہاتھ آ گیا۔ پھر ہم سب یہاں سے رخصت ہو گئے۔ میں بھی اپنا سامان اسی وقت لیتا گیا تھا کیونکہ کھیل تو بظاہر ختم ہی ہو چکا تھا اس لئے یہاں کیوں ٹھہرتے۔ پھر ہوٹل کی راہ لی۔ یہاں چار مسلح کانسٹیبل بدستور موجود رہے اور پھر بیچارہ فرہاد..... اس کا مسئلہ پھر میرے ذہن میں چبھنے لگا۔ اگر اُسے ہی بحیثیت قاتل مشہور کرنا تھا تو ایسی غلط جگہ اس پر حملہ کیوں ہوا اس الجھن کے ساتھ ہی لائبریری والا پش سوئچ بھی میرے ذہن میں ابھرا اور بُری طرح چبھتا رہا۔ صبح اٹھ کر میں نے سب سے پہلے کوٹھی ہی کا رخ کیا۔ چاروں مسلح سپاہی بدستور موجود تھے۔ ملازمین بھی شاگرد پیشہ ہی میں ملے۔ ایک نوکر کی حالت بہت ابتر تھی۔ آنکھیں سرخ

ہو رہی تھیں اور پلکیں سوجی ہوئی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ اُسے بیگم صاحبہ سے بڑا اُنس تھا۔ میرے ساتھ وہ عمارت میں آیا۔ سسکیاں لیتا جا رہا تھا اور بیگم ہی کے تذکرے تھے۔ میں کتب خانے کا دروازہ کھولنے لگا لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ نہ چاہتا ہو کہ دروازہ کھولا جائے۔ میں اندر آیا تو وہ بھی ساتھ ہی چلا آیا۔ میں نے اعتراض نہ کیا۔ مجھے ضرورت تھی کسی ایسے آدمی کی جس سے میں مزید پوچھ گچھ کر سکتا۔ سب سے پہلے میری نظر سوئچ بورڈ ہی پر پڑی۔ وہ سوئچ غائب تھا۔ البتہ دونوں تار بورڈ کے سوراخوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ وہ اب بھی آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں نے اس سے سوئچ کے متعلق پوچھا اور وہ چونک کر مجھے گھورنے لگا۔ پھر فوراً سنبھل کر لاعلمی ظاہر کی۔ میں نے آگے بڑھ کر دونوں تاروں کو ملا کر دیکھنا چاہا اور وہ بڑے وحشیانہ انداز میں مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ میں چونکہ یہاں داخل ہوتے ہی اس کی طرف سے غیر مطمئن ہو گیا تھا اس لئے غافل بھی نہیں تھا ورنہ شائد دوبارہ آسمان دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے خود مر جائے گا یا مجھے مار ڈالے گا۔ میں نے پانچ یا چھ منٹ کے اندر ہی اندر اُسے بے بس کر دیا۔ تب یہ کہانی میرے سامنے آئی جو پچھلی رات والے نظریات سے بالکل مختلف تھی۔ ٹھہریئے..... دیکھئے آپ لوگ ادھر..... اس گوشے میں آجایئے کھیل خطرناک ہے۔''

حمید نے سوئچ بورڈ کے قریب پہنچ کر کہا۔ ''اب روشندان کے فریم پر بائیں جانب دیکھئے جہاں سیاہ دائرہ سا نظر آرہا ہے۔ آپ اسے زیادہ سے زیادہ لکڑی کی گانٹھ سمجھیں گے۔ لیکن دیکھئے۔'' جیسے ہی حمید نے سوئچ بورڈ کے تار ملائے سیاہ دائرہ برق جہندہ کی طرح چھوٹے سے خلاء میں تبدیل ہوا اور پھر اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ ادھر سامنے والی دیوار سے کھٹاکے کی آواز آئی اور بہت سا پلاسٹر ادھر گیا۔ حمید نے آگے بڑھ کر فرش سے گولی اٹھائی اور بولا..... یہ گولی قدیر کے ریوالور میں پائی جانے والی گولیوں سے مختلف نہیں ہے..... پچھلی رات تفضل اسی جگہ دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ دفعتاً وہ لڑکھڑایا تھا اور اس کی بیوی اُسے سہارا دینے کے لئے کچھ اور کھسک آئی تھی اس طرح جب وہ نشانے پر آ گئی تھی تو تفضل نے اپنے سر کے پچھلے حصے سے

سوئچ کا بٹن دبا دیا تھا۔ چونکہ گولی بے آواز تھی اس لئے ہم دیر میں سمجھے تھے کہ کیا ہوا۔ مگر سمجھے بھی تو یہی تھے کہ کسی نے بے آواز ریوالور روشندان سے چلایا ہے۔ پھر قدرتی بات تھی کہ ہم باہر دوڑے جاتے۔ باہر قاتل تیار ملا..... چونکہ اس سے پہلے والی رات کو تفضل پر فائر ہو چکا تھا اس لئے ہم نے فوری طور پر یہی نتیجہ اخذ کیا کہ اس بار بھی قاتل کا ہاتھ بہک گیا اور تفضل کی بجائے بیگم تفضل ہی ٹھکانے لگ گئی۔''

''مگر یہ قدیر.....!'' واصف نے ٹوکا۔

''اب شروع ہی سے کہانی سنئے۔ تفضل نے بہت پہلے سے اس قتل کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ لیکن اسے آج کل پر ٹالتا رہا۔ بنائے مخاصمت تھی بیگم کی آوارگی۔ تفضل اس کی حرکتوں سے اچھی طرح واقف تھا مگر اس نے کبھی اس پر یہ بات ظاہر نہیں ہونے دی۔ بلکہ اس وقت تک تو قتل کا پروگرام بھی نہیں بنایا جب تک کہ اسی نوکر نے اُسے غیرت نہیں دلائی جس کا تذکرہ ابھی کر چکا ہوں۔ یہ نوکر بھی کوئی معمولی آدمی نہیں، دھام نگر ڈکیتی کیس والے نامی بدمعاش آپ کو یاد ہی ہوں گے یہ بھی انہیں میں سے تھا۔ دس سال کا سزا یافتہ اور ایک ماہر مکینک ..... یہ روشندان والا خطرناک میکنزم اسی نے ترتیب دیا تھا۔ ہاں تو جب اس نے تفضل کو غیرت دلائی تو اس کا خون بھی کھول گیا ورنہ پہلے تو وہ یہ سمجھ کر نظر انداز کرتا رہا تھا کہ جب اس کے علاوہ اور کوئی اس کے کرتوت سے واقف نہیں ہے تو خواہ مخواہ بات بڑھا کر اپنی پگڑی بھی کیوں اچھلوائی جائے۔ بیوی کی حرکت یہ تھی کہ اس نے برابر والی عمارت کو آسیب زدہ مشہور کر رکھا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ آسیب زدگی کے اظہار کے سلسلے میں پہلا واقعہ اس کی جدت طبع کا نتیجہ رہا ہو۔ بہر حال اس کے بعد سے اس نے کسی کرایہ دار کو وہاں ٹکنے ہی نہیں دیا۔ اگر تفضل کسی کو کرایہ پر دیتا بھی تھا تو وہ وہی طریقے اختیار کر کے معاہدہ ختم کرا دیتی تھی جو اس نے میرے ساتھ اختیار کیا تھا۔ بہر حال مکان خالی رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ رات کی تاریکی میں وہیں اپنے دوستوں سے ملتی رہے۔ تفضل نے اس پر کبھی ظاہر ہی نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ اس کی حرکتوں سے واقف ہے۔ لیکن جب قتل کا پروگرام بن گیا تو اسکیم کے مطابق تفضل نے کچھ دنوں کے لئے اُس مکان میں

بھوتوں کی آمد و رفت ملتوی کرانی چاہی۔ اس کے لئے اس نے ایک کتا پال لیا۔ نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ آمد و رفت بند ہوگئی اور بیگم بور ہونے لگیں۔ لہٰذا انہوں نے بھی کتے کے لئے ایک اسکیم بنا ڈالی۔ یعنی جب بھی انہیں غصہ آتا کتے ہی کو پیٹ کر رکھ دیتیں۔ انہوں نے بھی سوچ رکھا تھا کہ کسی دن مناسب موقع دیکھ کر کتے کو زہر دے دیں گی اور پھر کریں گی ڈنڈے سے پٹائی اور وہ مرے گا تو زہر ہی کی وجہ سے مگر سمجھا یہ جائے گا کہ ڈنڈا مہلک ثابت ہوا ہے۔ اتفاق سے وہ بھی تفضّل کو سچ مچ گھامڑ ہی سمجھتی تھی۔ ادھر میاں تفضّل پھر ایک کرایہ دار بسانا چاہتے تھے تاکہ خود بھی ایک بار بھوتوں کا ہنگامہ برپا کریں اور اسی ہنگامے کے دوران پولیس آفیسروں کی موجودگی ہی میں اسے ٹھکانے لگا دیں۔ بیگم صاحبہ نے دیکھا کہ ایک کرایہ دار آ ہی مرا ہے تو انہوں نے بھی سوچا کہ کتا تو خیر مر ہی جائے گا لیکن یہ کرایہ دار کیسے کھسکے گا۔ لہٰذا شائد انہوں نے بھی ''بھوتیت'' کے مظاہروں کا پروگرام بنالیا تھا۔ لیکن دوپہر کو جب ہمارا سامان رکھا جانے لگا تو اُن کے کچھ کر گذرنے سے پہلے ہی بھوتوں نے حرکتیں شروع کر دیں اور وہ چکرا گئیں۔ شائد تفضّل کی طرف خیال ہی نہ گیا ہوگا کیونکہ اُسے تو وہ ڈفر سمجھتی تھیں۔ پس نظر ارشاد ہی پر پڑی تھی۔ ادھر تفضّل نے کتے کا خون کیمیاوی تجزیہ کے لئے بھیج دیا تھا۔ اپنی بیوی کے نام سے اور لیبارٹری کو ہدایت کر دی تھی کہ نتیجہ اُسے ایس پی واصف کے توسط سے بتایا جائے۔ واصف نے اُسے اطلاع دی تو وہ ایک بار پھر چکرا گئی اور غالباً یہی سوچا کہ یہ بھی ارشاد ہی کی حرکت ہوسکتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی نسرین کا نہ صرف امیدوار تھا بلکہ دعویٰ رکھتا تھا کہ نسرین بھی اُسے چاہتی ہے۔ ادھر وہ خود اس کی شادی قدیر سے کرنا چاہتی تھی۔ پھر بھوتوں کے ہنگامے کی پہلی رات شروع ہوئی۔ یہ ہنگامے سو فیصدی تفضّل ہی کی طرف سے برپا کرائے گئے تھے اور ان کی روح اس کا وہی ملازم تھا جسے آج میں نے گرفتار کیا تھا۔''

''مگر یار وہ روشنی کے جھماکے..... وہ خون۔'' واصف نے ٹوکا۔

''ارے اُسے تو میں پہلے ہی مسخرہ پن سمجھا تھا۔ کیا بڑی بات ہے..... اندھیری رات میں کالے کپڑے پہن لیجئے اور کسی سے صرف دس گز کے فاصلے پر جو چاہئے کرتے پھرے اُسے

کانوں کان نہیں بلکہ آنکھوں آنکھ خبر نہ ہوگی۔ روشنی کے جھماکے بجلی غائب ہو جانے کے بعد ہی ہوتے تھے۔ مین سوئچ آف کیا اور حرکتیں شروع کر دیں۔ پوٹاشیم سلفیٹ کی ڈھیری پر ایک قطرہ سلفیورک ایسڈ ٹپکا دیجئے بھک سے اڑ جائے گا۔ ارے یہ شعبدہ تو جاہل چورن والے بھی گلی کوچوں میں دکھاتے پھرتے ہیں۔ چورن پر ایک چٹکی پوٹاشیم سلفیٹ ڈالی اور ایسڈ کی شیشی میں سلائی ڈبو کر پوٹاشیم پر لگائی۔ شعلہ نکلا بچے خوش ہوئے اور انکی پڑیا خرید کر لے گئے۔ ادھر چالاکی یہ ہوتی تھی کہ اُسی جگہ تازہ تازہ خون بھی ڈال دیا جاتا تھا تاکہ فرش پر پوٹاشیم جلنے سے پڑنے والا دھبہ چھپ جائے۔ اس نتیجے پر تو میں پہلے ہی پہنچا تھا اسی لئے تو جمارہ گیا۔ پھر بے بی غائب کر دی گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ پولیس کو فوری طور پر متوجہ کیا جا سکے تاکہ آئندہ پولیس ہی کی موجودگی میں بیگم کو بھی قتل کیا جا سکے۔ بے بی کے غائب ہونے کا قصہ قدیر کو گراں گذرا ہوگا۔ اس نے سوچا ہوگا کہ وہ بیہوشی ہی کی حالت میں اس کے گھر پہنچا دی جاتی اور پھر اسی حالت میں وہاں سے برآمد بھی کر لی جاتی۔ اس طرح امید واروں کی فہرست سے اس کا نام خارج کرا دیا جاتا۔ یہ حرکت اس کی دانست میں ارشاد کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ اُسے تاؤ آ گیا اور اس نے ارشاد پر ایک ناکام حملہ بھی کر ڈالا اور ہم خواہ مخواہ اس کے متعلق تھیوریاں بناتے رہے۔ حالانکہ وہ قطعی غیر متعلق چیز تھی۔ ارشاد بیچارہ تو ان معاملات سے بالکل ہی دور رہا تھا۔ اس نے صرف اتنا کیا تھا کہ بیگم کے کہنے پر اس کا پیغام مجھ تک پہنچا دیا تھا۔ مگر بیگم کا یہی خیال تھا کہ ہنگامہ اسی نے برپا کیا تھا تاکہ قدیر کو بدنام کیا جا سکے۔ ادھر تفضل نے پچھلی رات قدیر کو پکڑوایا اور بیہوش کر رکھا۔ اسکیم کے مطابق بیہوشی ہی کی حالت میں اُسے سیاہ پوش بنایا گیا اور وہی نوکر چھت پر اس سمیت موجود رہا ادھر بیگم کی چیخ نکلی تھی اور اُدھر اس نے بیہوش قدیر کو پستول سمیت عین روشندان کے نیچے پھینک دیا تھا۔ ہم سمجھے کہ اس نے فائر کر کے نیچے چھلانگ لگائی تھی اور ہاتھ پیر توڑ بیٹھا تھا۔ نوکر کا بیان ہے کہ اب وہ کبھی صحیح الدماغ نہ ہو سکے گا کیونکہ اس کے جسم میں ایک ایسا زہریلا مادہ انجکٹ کیا گیا تھا جو ہمیشہ کے لئے دماغ ماؤف کر دیتا ہے۔ لیکن میڈیکل ٹسٹ سے اس کا سراغ نہیں مل سکتا۔ یہ ہے کہانی.....اور یہ تھا

تفضل جسے آج تک آپ سب ڈیوٹ سمجھتے رہے۔ بلا کا ذہین ہے جناب۔ لیکن ان لوگوں میں سے ہے جو دراصل ہوتے تو ہیں بھیڑیئے لیکن گیدڑ کی کھال اوڑھے رہتے ہیں۔ کون جانے اس دولت مندی میں اس کی اسی فطرت کو دخل ہو۔ اس نوکر کے نام اس نے بینک میں ایک لاکھ روپیہ منتقل کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ اپنی وصیت میں بھی اس کا خیال رکھے گا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ تفضل حقیقتاً بیوی سے خائف بھی رہتا تھا۔ غالباً یہ خوف ہی اس اقدام کا باعث بنا تھا۔''

حمید خاموش ہو گیا۔ سبھی کچھ نہ کچھ سوچ رہے تھے۔

''اللہ ناٹے کو لمبی اور لمبے کو ناٹی عورت سے بچائے۔'' قاسم جماہی لے کر بڑبڑایا۔ ''اور اب مجھ کو تو بالکل گارت ہی کر دے۔''

ختم شد